نیا عہد نامہ کس بارے میں ہے؟

اہم سوالات

آر۔ سی۔ سپرول

نیا عہد نامہ کس بارے میں ہے؟

اہم سوالات

ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول

UCRT
URDU CENTER FOR
REFORMED THEOLOGY
اُردو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی

جُملہ حقوق بحق ناشرین محفوظ ہیں

Originally published in English under the title:
What Is the New Testament About?
© 2025 by the R.C. Sproul Trust
Published by Ligonier Ministries
421 Ligonier Court, Sanford, FL 32771, U.S.A.
Ligonier.org
Translated by permission. All rights reserved.

نام کتاب: نیا عہد نامہ کس بارے میں ہے؟
مصنف: آر۔ سی۔ سپرول
مترجم: روبن جون
نظرِ ثانی: ڈاکٹر ایلیاہ میسیؔ
اِشاعت: ۲۰۲۶ء
ناشرین: اُردُو سنٹر فار رِیفارمڈ تھیولوجی www.ucrt.org

اِس کتاب کا ترجمہ اور اِشاعت "لیگنئیر منسٹریز" (Ligonier Ministries) اَمریکہ کی اِجازت سے کیا گیا ہے۔ آپ اِس کتاب کو ہماری ویب سائٹ اُردُو سنٹر فار رِیفارمڈ تھیولوجی www.ucrt.org سے مفت حاصل کر سکتے ہیں، مگر یہ کتاب فروخت کے لئے نہیں۔

فہرستِ مضامین

باب ۱: خدا کی بادشاہی ۱

باب ۲: نجات ۱۰

باب ۳: کلیسیا ۱۹

باب ۴: مِشن ۲۷

باب ۵: آمدِ ثانی ۳۲

مصنف کے بارے میں ۴۳

باب ۱

خدا کی بادشاہی

اگر نئے عہد نامے کے علماء کے درمیان کسی ایک موضوع پر عمومی اِتفاق پایا جاتا ہے، تو وہ پوری کتابِ مُقدّس میں خدا کی بادشاہی کی مرکزی حیثیت ہے۔ لیکن اِتفاقِ رائے تقریباً یہیں تک محدود رہتا ہے۔ اِختلاف اِس سوال سے شروع ہوتا ہے کہ خدا کی بادشاہی کا مفہوم کیا ہے، یا یہ کب ظاہر ہو گی۔

پھر بھی خدا کی بادشاہی ایک ایسا تصوُّر ہے جس کے بارے میں بڑے مسیحی حلقوں میں نسبتاً بہت کم گفتگو ملتی ہے۔ ایسا نہیں لگتا کہ خدا کی بادشاہی کا موضوع آج مسیحیوں کے درمیان اُسی توجہ کا حامل ہے جو بائبلی مصنفین کے ہاں اُسے حاصل تھی۔ اِس لئے مناسب ہے کہ اِس تصوُّر کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جائے، جو نئے عہد نامے میں اِس قدر مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

خدا کی بادشاہی کا موضوع نئے عہد نامے کی منادی کے بالکل آغاز ہی میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ "توبہ کرو کیوں کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے" (متی ۳:۲؛ ۴:۱۷)۔ لوقا کی اِنجیل اِس موضوع کی مرکزی اہمیت کو نمایاں کرتے ہوئے بیان کرتی ہے: "پھر وہ عِبادت خانہ سے اُٹھ کر شمعُون کے گھر میں داخِل ہُوا اور شمعُون کی ساس کو بڑی تپ چڑھی ہُوئی تھی اور اُنہوں نے اُس کے لئے اُس سے عرض کی۔ وہ کھڑا ہو کر

اُس کی طرف جھکا اور تپ کو جھِڑکا تو اُتر گئی اور وہ اُسی دم اُٹھ کر اُن کی خِدمت کرنے لگی۔ اور سُورج کے ڈُوبتے وقت وہ سب لوگ جِن کے ہاں طرح طرح کی بیمارِیوں کے مرِیض تھے اُنہیں اُس کے پاس لائے اور اُس نے اُن میں سے ہر ایک پر ہاتھ رکھ کر اُنہیں اچھّا کِیا۔ اور بدرُوحیں بھی چِلاّ کر اور یہ کہہ کر کہ تُو خُدا کا بیٹا ہے بہُتوں میں سے نِکل گئِیں اور وہ اُنہیں جھِڑکتا اور بولنے نہ دیتا تھا کیوں کہ وہ جانتی تھِیں کہ یہ مسیح ہے۔ جب دِن ہُوا تو وہ نِکل کر ایک وِیران جگہ میں گیا اور بھِیڑ کی بھِیڑ اُس کو ڈھُونڈتی ہُوئی اُس کے پاس آئی اور اُس کو روکنے لگی کہ ہمارے پاس سے نہ جا۔ اُس نے اُن سے کہا کہ مُجھے اَور شہروں میں بھی خُدا کی بادشاہی کی خُوش خبری سُنانا ضرُور ہے کیوں کہ مَیں اِسی لِئے بھیجا گیا ہُوں "(لوقا۴:۳۸-۴۳)۔

یسوع کے اپنے شُعور اور اُس کی اپنی گواہی کے مطابق، اُس کے اِس دُنیا میں آنے کے بنیادی مقاصد میں سے ایک خدا کی بادشاہی کی منادی کرنا تھا۔ اور خدا کی بادشاہی کیا ہے؟ کیا یہ کوئی چونکا دینے والا نیا تصوُّر ہے جو اچانک اور بے ساختہ نئے عہد نامے کی سرزمین سے نمودار ہو گیا؟ ہر گز نہیں! خدا کے بادشاہ ہونے کا تصوُّر، یعنی وہ جو ایک قوم پر اور ایک سرزمین پر حکومت کرتا ہے، اور یہی وہ بادشاہی کا مفہوم ہے جو پرانے عہد نامے میں گہری جُڑیں رکھتا اور اُس میں پوری طرح پیوست ہے۔

ہم اِس بات کی طرف مائل ہو سکتے ہیں کہ خدا کی بادشاہی کے بارے میں سوچ کا آغاز اِسرائیل میں بادشاہت کے ظہور سے ہوا۔ ساؤل کے اِسرائیل پر بادشاہ کے طور پر مسح کئے جانے سے پہلے، یہ قوم قبائل کے ایک غیر منظم وفاقی نظام پر قائم تھی، جس پر

اُن راہ نماؤں کی حکومت تھی جنہیں قاضی کہا جاتا تھا اور جو خدا کی طرف سے مقرر کئے جاتے تھے۔ پھر لوگ خدا کے پاس آئے اور اُس سے درخواست کی کہ اُنہیں ایک بادشاہ دیا جائے، کیوں کہ وہ دُوسری قوموں کی مانند بننا چاہتے تھے۔

تاہم اِسرائیل کا کوئی بادشاہ نہ تھا، کیوں کہ یہوواہ خود اِسرائیل کا بادشاہ تھا۔ لوگوں کی یہ خواہش کہ اُن کے لئے بھی دِیگر اَقوام کی مانند ایک بادشاہ ہو، ایک معنی میں خدا کی بادشاہی کے اِنکار کے مترادف تھی، اور اِسی سبب سے یہ بات خدا کی ناراضی کا باعث بنی۔ لیکن اُس نے اُن کی خواہش کو قبول کر لیا اور اُس نے یہ حکم دیا کہ بادشاہ کو کاہن کے وسیلے سے مسح کیا جائے۔ اِس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ بادشاہ خدا کی طرف سے منتخب کیا گیا ہے۔ وہ خدا کا مسح کیا ہوا تھا، اُس کا "מָשִׁיחַ" (مشیآخ)، یعنی مسیح۔

اب اِسرائیل کا بادشاہ دِیگر تمام بادشاہوں سے مختلف تھا۔ اُس کے پاس خود اپنی ذات میں مطلق حاکمیت نہ تھی۔ وہ اِستثنا کی کتاب میں مندرج بادشاہ کے لئے دی گئی شریعت کا پابند تھا، جو واضح کرتی تھی کہ اِسرائیل کا بادشاہ دراصل خود یہوواہ خدا کی بادشاہی کے تحت مقرر بادشاہ، یعنی اُس کے تابع حکمران کی حیثیت رکھتا تھا۔ اِبتدائی دَور سے ہی، بلکہ تخلیق کے آغاز ہی سے، یہ بات واضح ہے کہ خداوند خدا تمام کائنات کا بادشاہ ہے۔ ساری دُنیا اُس قادرِ مطلق بادشاہ کی عمل داری ہے۔

اِسرائیل کے لوگ زمین پر ایک بادشاہی کے منتظر تھے۔ وہ کسی ایسی چیز کے بھی منتظر تھے جو خدا کی حکمرانی سے وابستہ ہو، اور اُس کا بنیادی مفہوم قوموں پر خدا کی فیصلہ کُن فتح کا ظہور تھا۔ یہ سب اُس کے مقرر کردہ مسیح کے وسیلے سے پورا ہونا تھا، جو بدی

پر راست بازی کی، قوموں پر اِسرائیل کی اور بدی کی قوتوں پر خدا کی فتح کو ظاہر کرنے والا تھا۔ کیوں کہ اگرچہ خدا بادشاہ تھا، تو بھی اُس کی بادشاہی میں ہر شخص اُس کی فرماں روائی کا تابع نہ تھا۔ لوگ دُوسرے معبودوں کی عبادت کرتے تھے اور اُن معبودوں نے اُن کے ذہنوں میں یہوواہ کے اِختیار پر قبضہ جما لیا تھا۔

پرانے عہد نامے کی مخلصی کی تارِیخ ناگزیر طور پر اُس لمحے کی طرف بڑھ رہی تھی جب خدا کی بادشاہی زمان و مکان اور اِس دُنیا میں ظہور پذیر ہونے والی تھی۔ نئے عہد نامے میں اِس حقیقت کو خدا کی بادشاہی کے قدرت کے ساتھ آنے کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ نبیوں نے اِس آنے والی بادشاہی کے بارے میں پیشین گوئی کی، لیکن وہ ہمیشہ اِسے مستقبلِ بعید کے واقعہ کے طور پر بیان کرتے رہے۔ پھر ہم پرانے عہد نامے کے اِختتام پر پہنچتے ہیں، جہاں لوگ اب بھی خداوند کے دِن کے منتظر تھے، یعنی اُس دِن کے منتظر جب بادشاہ کی حکمرانی پوری طرح ظاہر کی جائے گی۔

پھر اِسرائیل نے چار سو برس کی خاموشی کا زمانہ دیکھا، یہوواہ کی طرف سے کوئی آواز سنائی نہ دی۔ بعض اوقات ہم پرانے عہد نامے کی طرف دیکھتے ہیں اور یوں گمان کرتے ہیں کہ گویا معجزات تقریباً ہر روز واقع ہو رہے تھے، ہر جھاڑی کے پیچھے ایک فرشتہ موجود تھا اور ہر شہر میں ایک نبی پایا جاتا تھا۔ ہمارے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ اگر کسی کو یہوواہ کی طرف سے براہِ راست کوئی کلام درکار ہوتا، تو بس گلی میں نکل کر نبی سے بات کر لیتا اور تازہ نبوت حاصل کر لیتا۔ یہی تصوّر ہمیں یہ سوچنے پر مائل کرتا ہے کہ: ”آج کل خدا کہاں ہے؟“ آج ہم اِس قِسم کی نبوت نہیں سُنتے۔ لیکن ملاکی کی وفات

سے لے کر نئے عہد نامے کے آغاز تک، اِسرائیل نے چار سو برس ایسی خاموشی میں گزارے کہ سرزمینِ اِسرائیل میں نبوت کی کوئی آواز سنائی نہ دی۔ یہ ایک طویل دَور تھا۔

چار سو برس کی خاموشی کے بعد، اچانک بیابان سے ایک شخص نمودار ہوا، جس کا حلیہ ایک بیابانی آدمی جیسا تھا اور جو اِسرائیل کے نبیوں کے روایتی لباس میں ملبوس تھا، اور اُس نے نبی کی مانند کلام کرنا شروع کیا۔ وہ یہ منادی کر رہا تھا: ”توبہ کرو، کیوں کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے“ یہی نئے عہد نامے کا نیا مرکزی موضوع تھا۔ بادشاہی کے آنے کا تصوُّر نیا نہیں تھا، لیکن یہ تصوُّر کہ بادشاہی نزدیک آ پہنچی ہے، نہایت غیر معمولی اور اِنقلابی تھا۔

یوحنا نے اِسرائیل کے گھرانے کو توبہ کرنے اور بپتسمہ لینے کی منادی کی، کیوں کہ مخلصی کی تارِیخ اپنے نقطۂ عروج کے قریب پہنچ رہی تھی۔ یہ وہ لمحہ تھا جس کے لئے یہودی طویل مُدت سے منتظر تھے، بادشاہ دروازے پر آ پہنچا تھا۔ لیکن لوگ اُس سے ملاقات کے لئے پاک اور تیار نہ تھے۔ یہ بات یہودیوں کے لئے نہایت چونکا دینے والی تھی کہ اُنہیں ناپاک قرار دیا جائے اور اُن سے کہا جائے کہ وہ بپتسمہ لیں۔

یوحنا بپتسمہ دینے والے نے دُنیاوی آسایشوں سے دُور زِندگی گزاری، وہ بیابان میں رہتا تھا، جنگلی ٹڈیاں اور شہد کھاتا تھا اور جانوروں کی کھال پہنتا تھا۔ اِس کے برعکس، یسوع مال داروں، بااَثر لوگوں اور صاحبِ اِختیار اَفراد کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا، اور کھاتا پیتا تھا۔ اِسی سبب سے اُس پر تنقید کی گئی، اور جواب میں اُس نے کہا: ”کیا تُم براتیوں

سے جب تک کے دُلہا اُن کے ساتھ ہے روزہ رکھوا سکتے ہو؟" (لوقا ۵: ۳۴)۔ یہ ایک نئے مرحلے کا آغاز تھا، دُلہا آ پہنچا تھا۔

خدا کی بادشاہی

یسوع نے واضح کیا کہ اُس کے آنے سے ایک عظیم تبدیلی واقع ہوئی: "مَیں تُم سے سچ کہتا ہُوں کہ جو عَورتوں سے پیدا ہُوئے ہیں اُن میں یُوحنّا بپتِسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہُوا لیکن جو آسمان کی بادشاہی میں چھوٹا ہے وہ اُس سے بڑا ہے۔ اور یُوحنّا بپتِسمہ دینے والے کے دِنوں سے اَب تک آسمان کی بادشاہی پر زور ہوتا رہا ہے اور زورآور اُسے چھین لیتے ہیں۔ کیوں کہ سب نبیوں اور توریت نے یُوحنّا تک نبوّت کی" (متی ۱۱: ۱۱-۱۳)۔ یسوع کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ لوگ جو بادشاہی میں داخل ہو چکے ہیں، یوحنا بپتسمہ دینے والے سے زیادہ اہم ہیں۔ یوحنا تو بادشاہ کے پیش رَو کے طور پر منادی کرنے والا تھا۔ یسوع کا مطلب یہ تھا کہ شریعت اور اَنبیا کی حکمرانی یوحنا کے زمانے تک، بلکہ بشمول اُس کے، قائم رہی۔

مَیں اکثر طلبہ سے یہ سوال پوچھا کرتا تھا: "پرانے عہد نامے کا سب سے بڑا نبی کون تھا؟" اِس کے جواب میں مجھے طرح طرح کے نام سُننے کو ملتے، جیسے "یرمیاہ، یسعیاہ حزقی ایل، دانی ایل، عاموس اور یوایل"۔ لیکن نہیں، پرانے عہد نامے کا سب سے بڑا نبی یوحنا بپتسمہ دینے والا تھا۔ اِس پر بعض لوگ اِعتراض کرتے ہوئے کہتے کہ وہ تو پُرانے عہد نامے کا نہیں بلکہ نئے عہد نامے کا نبی تھا۔ پھر مَیں کیوں کہتا ہوں کہ یوحنا پرانے عہد نامے کا سب سے بڑا نبی تھا؟

نیا عہد نامہ کب شروع ہوتا ہے؟ اگر ہم اُسے محض کتابوں کے ایک مجموعے کے طور پر دیکھیں، تو ظاہر ہے کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا ہمیں وہیں نظر آتا ہے۔ لیکن اگر نئے عہد نامے کو مخلصی کی تارِیخ کے ایک دَور کے طور پر سمجھا جائے، تو شریعت اور اَنبیا کی حکمرانی یوحنا تک، بلکہ بشمول اُس کے، قائم رہی۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پرانے عہد نامے کے دَور ہی میں شامل تھا۔ نئے دَور کا حقیقی آغاز دراصل یسوع کی خدمت کے شروع ہونے سے ہوتا ہے۔ یسوع کے آنے سے ایک ایسی تبدیلی واقع ہوئی جو یوحنا کی خدمت سے بھی بڑھ کر تھی۔ یوحنا یہ منادی کر رہا تھا کہ خدا کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے، لیکن جب یسوع آیا تو خدا کی بادشاہی آ پہنچی۔

کس معنی میں خدا کی بادشاہی آ پہنچی؟ سب سے پہلے تو اِس معنی میں کہ بادشاہ خود موجود تھا۔ خدا کا ممسوح یعنی مسیح منظرِ عام پر آ چکا تھا۔ ثانیاً یہ کہ یسوع نے خدا کی بادشاہی کے بارے میں بعض نہایت حیران کُن باتیں کہیں۔ مثال کے طور پر اُس نے کہا: "لیکن اگر مَیں بدرُوحوں کو خُدا کی قُدرت سے نِکالتا ہُوں تو خُدا کی بادشاہی تمہارے پاس آ پہنچی" (لوقا ۱۱: ۲۰) "خدا کی اُنگلی" دُنیا میں خدا کی قدرت کے مظہر کی ایک تصویر ہے، یعنی رُوح القدس کا کام۔ یسوع رُوح القدس کے وسیلے سے بدرُوحوں کو نکالتا تھا۔ یسوع نے بہت سے معجزات دِکھائے، جن میں شِفا دینا اور مُردوں کو زندہ کرنا بھی شامل تھا۔ دُوسرے لوگوں نے بھی اِسی طرح کے معجزات دِکھائے تھے۔ لیکن اِن خاص قِسم کے معجزات میں نمایاں بات کیا تھی؟ دراصل پرانے عہد نامے میں کسی نے بھی شیطان کو مغلوب نہیں کیا تھا۔

یہ وہ غیر معمولی قدرت تھی جو یسوع کے کام میں ظاہر ہوئی، اور پرانے عہد نامے میں نہ موسیٰ، نہ ایلیاہ اور نہ ہی الیشع کے پاس ایسی قدرت تھی۔ پرانے عہد نامے کے ایک یہودی کے لئے خدا کی بادشاہی کی اُمید دراصل یہوواہ کی فتح کے تصوُّر سے وابستہ تھی۔ اب خدا کی یہ فتح، جو بدی کی قوتوں پر غالب آتی ہے، یسوع کے بدرُوحوں کو نکالنے کے کام میں ظاہر ہونے لگی۔ یسوع نے کہا کہ اگر تم خدا کی اِس خاص فتح کو دیکھتے ہو، تو سمجھ لو کہ ایک عظیم تبدیلی واقع ہو چکی ہے یعنی: "خُدا کی بادشاہی تمہارے پاس آ پہنچی ہے"۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اگرچہ مسیح نے صلیب پر اپنے کفّارے کے وسیلے سے، مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے باعث گناہ اور موت پر اپنی فتح کے ذریعے، اور خاص طور پر اپنے جلالی صعود اور بادشاہ کی حیثیت سے تخت نشین ہونے کے وسیلے سے کامل غلبہ حاصل کر لیا، لیکن ابھی حتمی تکمیل باقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر عُلماء خدا کی بادشاہی کو "پہلے سے موجود" اور "ابھی مکمل طور پر ظاہر نہ ہونے والی" حقیقت کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ ایک معنی میں خدا کی بادشاہی پہلے سے موجود ہے، لیکن اپنی کامل تکمیل کے ساتھ نہیں۔ ابھی ایک اَور باب باقی ہے جسے ظہور میں آنا ہے، اور ہم مسیحی آج تارِیخ کے ایک نہایت اہم دَور میں زِندگی گزار رہے ہیں۔

اگر ہم مخلصی کی تارِیخ کو اِس زاویے سے دیکھیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پرانے عہد نامے کی اُمید تھی، اور پھر نئے عہد نامے کے آغاز کے ساتھ ہی خدا کی بادشاہی کا وہ پہلو سامنے آیا جو پہلے ہی موجود تھا اور قدرت و اِختیار کے ساتھ آ پہنچا تھا۔

بادشاہ خدا کے دہنے ہاتھ پر تخت نشین ہو چکا ہے۔ یسوع اب بھی خداوندوں کے خداوند اور بادشاہوں کے بادشاہ کے طور پر حکمرانی کر رہا ہے۔ خدا نے اپنا مسیح بھیج دیا ہے، اور اُس کا مسیح آسمانی جلال میں تخت نشین ہے۔ لیکن بادشاہی کا ایک پہلو ابھی باقی ہے جس کی طرف ہماری نظریں لگی ہوئی ہیں اور جس کا ہم اِنتظار کر رہے ہیں۔ اور ہم اِس درمیانی دَور میں زندگی گزار رہے ہیں، یعنی بادشاہی کے ظہور اور خدا کی بادشاہی کی حتمی تکمیل کے درمیان۔

مسیحیوں کے لئے اِس حقیقت کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ بہت سے مسیحی اِس طرح زندگی گزارتے ہیں گویا ہم اب بھی پرانے عہد نامے کے زمانے ہی میں رہ رہے ہوں، جیسے کہ اَبرہام کے زمانے سے اب تک حقیقتاً کچھ بھی تبدیل نہیں ہوا۔ نئے عہد نامے میں ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کے لوگوں نے دُنیا میں ایک عظیم ہلچل برپا کر دی، دلیری کے ساتھ زِندگی بسر کی اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ وہ ایسا اِس لئے کر سکے کہ ایک عظیم فتح پہلے ہی حاصل کی جا چکی تھی، اور اِس لئے بھی کہ قادرِ مطلق خداوند اب بھی حکمرانی کر رہا ہے۔ اِس حقیقت کا اِدراک اِنسان کو جرأت مندانہ زندگی گزارنے کے لئے قوت اور اِعتماد بخشتا ہے۔

نئے عہد نامے کا نقطۂ عروج صرف صلیب نہیں، اگرچہ اُس کی اہمیت بے حد عظیم ہے، اور نہ ہی صرف قیامت، اگرچہ وہ بھی نہایت اہم ہے۔ بلکہ اُس کی تکمیل یسوع کے صعود میں ظاہر ہوتی ہے جب بادشاہ خدا کے دہنے ہاتھ پر سرفراز کیا گیا، تخت نشین ہوا، اور اُسے آسمان اور زمین کا کُل اِختیار دیا گیا۔ اگر یہ حقیقت ہے کہ یسوع مسیح اِس

وقت بھی بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند ہے، تو پھر دُنیا کے تعلق سے ہماری ذِمے داری کیا بنتی ہے؟ کیا ہم پہاڑوں میں جا چھپیں، اور صرف اِس اُمید میں بیٹھے رہیں کہ یسوع آئے گا اور ہمیں بچا لے گا؟ یسوع نے کہا: "لیکن جب رُوح اُلقدس تُم پر نازِل ہو گا تو تُم قُوّت پاوٴ گے اور یروشلیم اور تمام یہوُدیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی اِنتہا تک میرے گواہ ہو گے" (اعمال ۱:۸)۔

کیوں کہ مسیح اب بادشاہ ہے، اِس لئے وہ ہر مسیحی کو اپنی خدمت کے لئے مقرر کرتا ہے۔ وہ ہر مسیحی کو [عملی] نعمتیں بخشتا ہے۔ وہ ہر مسیحی کو اپنا رُوح القدس عطا کرتا ہے اور ہر مسیحی کو ایک ہی ذِمے داری سونپتا ہے۔ اَلبتہ اِس ذِمے داری کی صُورت مختلف خِدمات اور مختلف نعمتوں کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ ہر شخص کو ایک الگ نعمت ملی ہے۔ ہم سب تعلیم دینے کے لئے نہیں بلائے گئے، نہ ہم سب منادی کرنے کے لئے بلائے گئے ہیں، نہ ہم سب غریبوں اور مظلوموں کی خدمت کے لئے، اور نہ ہی ہم سب فوجداری اِنصاف کے کام کے لئے بلائے گئے ہیں۔ بادشاہ کی خدمت کے بے شمار راستے ہیں۔

آیئے دُنیا پر اِس بات کو واضح کریں کہ ہمارا بادشاہ کیسا ہے اور وہ کیا چاہتا ہے۔ جہاں کہیں بھی ہم جاتے ہیں، ہمیں گواہی دینے کے لئے بلایا گیا ہے۔ یہ گواہی کبھی خوش خبری کی منادی کے ذرِیعے دی جاتی ہے، کبھی تعلیم کے ذرِیعے، کبھی رحم دِلی کی خدمات کے ذریعے اور کبھی خاندان کی پرورِش و تربیت کے ذریعے۔ لیکن ہر مسیحی پر یہ ذِمے

داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مسیح کی بادشاہی، یعنی خدا کی بادشاہی کی اِس حقیقت کو اپنی زندگی میں ظاہر کرے۔

یہی وجہ ہے کہ "پہلے ہی سے موجود" اور "ابھی تک مکمل طور پر ظاہر نہ ہونے" کی یہ کشمکش رُوح القدس کو اپنے لوگوں کو خوش خبری اور بادشاہ کے پیغام کے ساتھ دُنیا میں بھیجنے پر آمادہ کرتی ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس سے دُنیا ناواقف ہے۔ یسوع نے اِسے اِن اَلفاظ میں بیان کہا: "اِسی طرح تمہاری روشنی آدمیوں کے سامنے چمکے تاکہ وہ تمہارے نیک کاموں کو دیکھ کر تمہارے باپ کی جو آسمان پر ہے تمجید کریں" (متی ۱۶:۵)۔

یسوع یہ چاہتا ہے کہ ہم بادشاہ کے فرزندوں کے طور پر زندگی گزاریں، تاکہ لوگ ہم میں خدا کی بادشاہی کی موجودگی کو دیکھ سکیں، نہ صرف ہمارے دِلوں میں بلکہ ہماری زندگیوں میں بھی، اور اُس ماحول میں بھی جو ہم اپنے گرد تشکیل دیتے ہیں، ہمارے تعلقات میں، ہمارے کاروبار میں اور ہر اُس کام میں جو اِس حقیقت کی طرف توجہ دِلاتا ہے کہ ہم خدا کی حاکمانہ فرماں روائی کو تسلیم کرتے اور اُس کے ممسوح (یسوع مسیح) کے حضور سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ ہم اِس یقین کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں کہ اُسے خدا باپ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہے اور آسمان اور زمین کا سارا اِختیار اُسے دیا گیا ہے۔ مسیحی ہونے کے ناطے ہماری زندگی کا مرکز اور مقصد یہی ہے۔

باب ۲

نجات

نجات کیا ہے؟ نجات اُن بنیادی موضوعات میں سے ایک ہے جنہیں نیا عہد نامہ اپنے آغاز ہی میں پیش کرتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی نیا تصوُّر نہیں جو صرف نئے عہد نامے کے دَور تک محدود ہو۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر پرانا عہد نامہ بھی بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتا ہے۔ جب ہم نجات کے تصوُّر کا مطالعہ کرتے ہیں تو اکثر ہم ایک ایسے رُجحان کا شکار ہو جاتے ہیں جو بائبلی تشریح کے دِیگر پہلوؤں کو بھی متاثر کرتا ہے۔ یہ رُجحان یہ ہے کہ ہم ایک ایسے عقیدے کو، جسے کلیسیا کی دو ہزار سالہ تارِیخ، عقائد ناموں اور باقاعدہ عِلمِ اِلٰہی نے مزید واضح اور مرتب کیا ہے، اپنے ذہن میں لے کر آتے ہیں، اور پھر جب بھی نئے عہد نامے کے متن میں کوئی مخصوص لفظ ہمارے سامنے آتا ہے تو ہم اُس لفظ پر اُس مکمل اِلٰہیاتی تعلیم کا اِطلاق کرنے لگتے ہیں۔ مثال کے طور پر، نئے عہد نامے میں پولُس رسُول ایک مقام پر ہمیں بتاتا ہے کہ عورتیں بچے جننے کے وسیلے سے نجات پائیں گی۔ اب اگر ہم اُس عبارت اور لفظ ''نجات پائیں گی'' میں نجات کے اُس مکمل عقیدے کو شامل کر دیں جو کلیسیا کی دو ہزار سالہ تارِیخ کے دوران تفصیل کے ساتھ مرتب ہوا ہے، تو پولُس رسُول کی اِس بات کا صحیح مفہوم سمجھنے میں ہمیں بڑی

دُشواری پیش آئے گی۔ پولُس رسُول یہ بھی کہتا ہے کہ بے اِیمان شوہر اپنی اِیمان دار بیوی کے وسیلے سے تقدِیس پاتا ہے، اور بے اِیمان بیوی اپنے اِیمان دار شوہر کے وسیلے سے تقدِیس پاتی ہے۔ عام طور پر ہم تقدیس کو اُس عمل کے طور پر سمجھتے ہیں جو راست باز ٹھہرائے جانے کے بعد شروع ہوتا ہے، اور جس کا تجربہ صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو راست باز ٹھہرائے جا چکے ہوتے ہیں۔ پس اگر بے اِیمان بیوی اپنے اِیمان دار شوہر کے وسیلے سے تقدیس پاتی ہے تو اِس سے بے اِیمان بیوی کے بارے میں کیا نتیجہ اَخذ ہو گا؟ کیا یہ کہ وہ اپنے شوہر کے اِیمان کے سبب راست باز ٹھہرائی گئی ہے؟ اگر ایسا ہو تو پھر ہمارے سامنے راست باز ٹھہرائے جانے کے دو طریقے آ جاتے ہیں۔ ایک طرف نئے عہد نامہ کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ راست باز ٹھہرایا جانا فقط اِیمان کے وسیلے سے ممکن ہے، یعنی شخصی اِیمان کے وسیلے سے۔ لیکن یہاں پھر یہ نتیجہ نکلے گا کہ کوئی شخص ایسے فرد سے شادی کر لینے کے سبب بھی راست باز ٹھہرایا جا سکتا ہے جو اِیمان رکھتا ہو۔ اور اگر یہ بھی کافی نہ ہو تو پھر ایک عورت بچہ جننے کے وسیلے سے نجات پا سکتی ہے، یا راست باز ٹھہرائی جا سکتی ہے۔

کیا آپ نے دیکھا کہ اگر ہم کسی لفظ کے ظاہر ہوتے ہی اُس میں نجات کے پورے طور پر مرتب عقیدے کو شامل کر کے نئے عہد نامے کے متن پر مسلط کر دیں تو کس قسم کی مشکل پیدا ہو جاتی ہے؟۔ لفظ "نجات" کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ بائبل مُقدّس میں یہ لفظ مختلف مواقع پر مختلف معنوں میں اِستعمال ہوا ہے۔

آیئے لوقا کی اِنجیل کے پہلے باب میں درج ایک عبارت پر غور کریں۔ یہ اُس فرشتے کے ظہور کا بیان ہے جو زکریاہ پر اُس وقت ظاہر ہوا جب وہ ہیکل میں اپنی خدمت

سر انجام دے رہا تھا۔ وہاں اُسے یہ خبر دی گئی کہ اُس کی بیوی، الیشبع، جو اولاد پیدا کرنے کی عمر سے گزر چکی تھی، ایک بچے کو جنم دے گی۔ ظاہر ہے، یہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کی پیدائش کے اعلان کا واقعہ ہے۔

پھر زکریاہ ایک نبوتی بیان پیش کرتا ہے:

"خُداوند اِسرائیل کے خُدا کی حمد ہو کیوں کہ اُس نے اپنی اُمّت پر توجُّہ کر کے اُسے چھٹکارا دِیا۔ اور اپنے خادِم داؤد کے گھرانے میں ہمارے لِئے نجات کا سِینگ نِکالا۔ (جَیسا اُس نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کہا تھا جو کہ دُنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں)۔ یعنی ہم کو ہمارے دُشمنوں سے اور سب کینہ رکھنے والوں کے ہاتھوں سے نجات بخشی۔ تا کہ ہمارے باپ دادا پر رحم کرے اور اپنے پاک عہد کو یاد فرمائے۔ یعنی اُس قَسم کو جو اُس نے ہمارے باپ اَبرہام سے کھائی تھی کہ وہ ہمیں یہ عِنایت کرے گا کہ اپنے دُشمنوں کے ہاتھ سے چھُوٹ کر اُس کے حُضُور پاکیزگی اور راست بازی سے عُمر بھر بے خوف اُس کی عِبادت کریں۔ اور اَے لڑکے تُو خُدا تعالیٰ کا نبی کہلائے گا کیوں کہ تُو خُداوند کی راہیں تیّار کرنے کو اُس کے آگے آگے چلے گا۔ تا کہ اُس کی اُمّت کو نجات کا عِلم بخشے جو اُن کو گُناہوں کی مُعافی سے حاصِل ہو۔ یہ ہمارے خُدا کی عین رحمت سے ہو گا جِس کے سبب سے عالمِ بالا کا آفتاب ہم پر طُلُوع کرے گا۔ تا کہ اُن کو جو اَندھیرے اور مَوت کے سایہ میں بیٹھے ہیں روشنی بخشے اور ہمارے قدموں کو سَلامتی کی راہ پر ڈالے" (لوقا ۱:۶۸-۷۹)۔

ہم یہاں مخلصی، نجات اور رِہائی کے موضوع کو واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ زکریاہ تین مرتبہ اُس آنے والے واقعے کا ذِکر کرتا ہے جس کے ذریعے خدا اپنے لوگوں کے پاس آ کر اُن کے لئے نجات فراہم کرے گا۔ پس نجات کیا ہے؟

اپنے سادہ ترین مفہوم میں یہ لفظ کسی واضح اور فوری خطرے سے بچائے جانے، یا کسی مصیبت اور تباہی کے خطرے سے رِہائی پانے کے معنی رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر، پرانے عہد نامے میں اگر بنی اِسرائیل کی فوجیں ایک شدید جنگ میں مصروف ہوں، اور جنگ کا رُخ اُن کے خلاف ہوتا دِکھائی دے، لیکن پھر بارش شروع ہو جائے، دُشمن کے رتھ کیچڑ میں پھنس جائیں اور جنگ کا پانسہ پلٹ کر بنی اِسرائیل کے حق میں ہو جائے اور وہ فتح یاب ہو جائیں، تو وہ خدا کی نجات کے بارے میں ایک گیت گائیں گے۔ یہاں نجات سے مُراد وہ اِلٰہیاتی مفہوم نہیں ہے جس میں ہم راست باز ٹھہرائے جانے کی بات کرتے ہیں، بلکہ اِس سے مُراد یہ ہے کہ وہ فوجی شکست سے بچا لئے گئے ہیں۔

ہم پرانے عہد نامے میں یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب بنی اِسرائیل کسی قدرتی آفت، مثلاً اولے برسنے، سیلاب یا زلزلے کا سامنا کرتے، اور عین آخری لمحوں میں تباہی سے بچا لئے جاتے، تو وہ خدا کی فراہم کردہ نجات کے لئے شکرگزاری کے ساتھ اُس کی طرف رُجوع کرتے تھے۔ لیکن ایک بار پھر، یہاں نجات سے مُراد وہ اِلٰہیاتی مفہوم نہیں ہے جس پر ہم کلیسیائی تدریس یا اپنے باقاعدہ عِلمِ اِلٰہی کے کورسز میں گفتگو کرتے ہیں، بلکہ اِس کا سادہ مطلب کسی مصیبت یا آفت سے رِہائی پانا ہے۔

نئے عہد نامے میں ہم بارہا دیکھتے ہیں کہ یسوع لوگوں کو شِفا دینے کی خدمت میں مصروف تھا۔ کوئی شخص جو کسی ہولناک بیماری میں مبتلا ہوتا، یسوع کے پاس آتا، اور یسوع اُسے مسح کر کے کہتا: "تیرے اِیمان نے تجھے بَچا لِیا ہے" (لوقا ۷: ۵۰)۔ ہم اکثر اِن حوالہ جات میں یہ مفہوم داخل کر دیتے ہیں کہ اب اُس شخص کو راست باز ٹھہرانے والا اِیمان حاصل ہو گیا تھا، اُس نے یسوع کو نجات دِہندہ کے طور پر قبول کر لیا تھا، اور وہ ہمیشہ کے لئے خدا کی بادشاہی میں داخل ہو گیا تھا۔ لیکن ضروری نہیں کہ یہاں نجات سے مُراد یہی اِلہٰیاتی مفہوم ہو۔ پہلی صدی کا ایک یہودی غالباً اِس عبارت سے سب سے پہلے یہی مطلب اَخذ کرتا کہ اُس شخص کا اِیمان یسوع کی شفا بخش خدمت سے فیض یاب ہونے کا وسیلہ بنا، اور اِس طرح وہ اُس بیماری کے مہلک اَثرات سے رِہائی پا گیا۔

بائبلی نقطۂ نظر سے وہ حتمی نجات کیا ہے؟ اِسے سمجھنے کے لئے ہمیں سب سے پہلے اُس خوش خبری کے پس منظر کو دیکھنا ہو گا جو خدا کی اُس آمد کی منادی کرتی ہے جس کے ذریعے وہ مخلصی فراہم کرتا ہے۔ اگر خدا نجات عطا کرتا ہے تو لازماً کوئی ایسی چیز بھی ہونی چاہئے جس سے نجات دی جائے۔ کوئی خطرہ، کوئی ہلاکت خیز اَنجام یا کوئی ایسا واضح اور فوری اَندیشہ ہونا چاہئے جس سے رِہائی دِلائی جائے، تبھی نجات کا مفہوم معنی خیز بنتا ہے۔ ایک بار پھر، نئے عہد نامے کے تناظر میں وہ حتمی اور سب سے ہولناک خطرہ کیا ہے جو اِنسان کے سر پر منڈلا رہا ہے؟ وہ گناہ نہیں ہے، بلکہ گناہ کی سزا ہے۔ وہ زندہ خدا کے ہاتھوں میں پڑ جانا ہے، جسے بھسم کر دینے والی آگ کے طور پر بیان کیا گیا ہے اور جو تمام لوگوں کو عدالت کے لئے طلب کرتا ہے۔

بیسویں صدی کے آخری عِشروں میں خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرنے یا اُس کو مطمئن کرنے کے تصوُّر کے بارے میں ایک بڑا تنازع پیدا ہوا۔ بعض لوگوں نے اِس خیال پر اِعتراض کیا کہ یسوع کا کام کسی بھی طرح خدا کے غضب کو مطمئن کرنے یا اُسے ٹھنڈا کرنے کے لئے تھا۔ اُن کا مؤقف یہ تھا کہ خدا اِس سے کہیں بلند ہے۔ اُسے کسی کفارے کی ضرورت نہیں۔ اُسے سزا دینے کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنے غضب کو اپنے بیٹے پر نازل کرے تا کہ اُن سرکش اور برگشتہ فرزندوں کی مخلصی کا اِنتظام کرے جن سے وہ اِس قدر محبت کرتا ہے۔ اُن کے خیال میں خدا کو صرف یہ فرمان جاری کر دینا چاہیئے کہ سب لوگوں کو ہمیشہ کے لئے معاف کر دیا گیا ہے، اور یوں سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ دراصل اُس کلاسیکی عقیدے کا اِنکار تھا جس کے مطابق مسیح کے کفارہ کے وسیلے سے خدا کا غضب ٹھنڈا کیا گیا۔

یہ بحث ہمیں اِس بنیادی سوال تک لے آتی ہے کہ نجات دراصل ہے کیا؟۔ اگر خدا کے راست غضب جیسی کوئی حقیقت موجود ہی نہیں، تو پھر کوئی ایسا حتمی خطرہ بھی باقی نہیں رہتا جس کے بارے میں فکر کی جائے۔ ایسی صُورت میں مسیح کی صلیب محض خدا کی محبت اور اُس کی مہربانی کی ایک مثال بن کر رہ جاتی ہے۔ لیکن اگر آپ نئے عہد نامے کو پڑھتے ہیں اور خدا کے غضب کے اِس تصوُّر کو نظر انداز کرتے ہوئے مسیح کی خدمت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، تو آپ متن کے مفہوم کو شدید نقصان پہنچائیں گے۔ اگر آپ نئے عہد نامے کو سنجیدگی سے لینا چاہتے ہیں، تو آپ اِس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ نئے عہد نامے میں بار بار یہ تعلیم دی گئی ہے کہ یسوع ہمیں نجات

دینے آیا، جیسا کہ پولُس رسُول بیان کرتا ہے "آنے والے غضب سے" (۱۔ تھسلُنیکیوں ۱:۱۰)۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے اور یسوع مسیح نے جب اپنی عوامی خدمت کا آغاز کیا تو اُنہوں نے توبہ کی دعوت دی، کیوں کہ خدا کی بادشاہی نزدیک آ گئی تھی اور لوگ اُس کے لئے تیار نہیں تھے۔ وہ خدا کے غضب کے سامنے بے پردہ کھڑے تھے اور ہلاکت کے حقیقی خطرے سے دوچار تھے۔ یہ غضب نہ تو کسی بدلتے ہوئے مزاج کا نتیجہ ہے، نہ کسی اُصُول و معیار سے خالی اور نہ ہی عقل و اِنصاف سے عاری ہے۔ بلکہ یہ اُس شرارت اور بدی کے خلاف خدا کا ردِ عمل ہے جو اُس دُنیا میں پائی جاتی ہے جسے اُس نے اچھا بنایا تھا، اور جس سے وہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اُس کی پاکیزگی کو منعکس اور آشکارا کرے۔

زکریاہ کا گیت ہمیں بتاتا ہے کہ خدا خود ایک ایسے شخص کو بھیج رہا ہے جو ہمیں اُس کے اپنے غضب سے بچائے گا۔ اُس نے اپنے غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے جو راہ فراہم کی، وہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کو بھیجتا ہے جو "اُس کی اُمّت کو نِجات کا عِلم بخشے جو اُن کو گُناہوں کی مُعافی سے حاصِل ہو۔ اور یہ ہمارے خُدا کی عین رحمت سے ہو گا" (لوقا ۱:۷۷-۷۸)۔ ہم سب میں یہ رُجحان پایا جاتا ہے کہ نئے عہد نامے میں سے اُن باتوں کو پسند کریں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں اور باقی کو نظر انداز کر دیں۔ جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ خدا نہایت مہربان اور شفقت سے بھرا ہوا ہے تو ہمیں یہ بات بہت پسند آتی ہے۔ لیکن جب خدا کے غضب، خدا کی پاکیزگی اور خدا کے اِنصاف کا ذِکر ہوتا ہے تو لازماً

کوئی نہ کوئی یہ کہتا ہے: "لیکن میرا خدا تو محبت کا خدا ہے"۔ لوگ یہ تصوُّر کہاں سے حاصل کرتے ہیں؟ آپ اِسے اپنے گرد و پیش کی دُنیا کو دیکھ کر حاصل نہیں کر سکتے، کیوں کہ جہاں بھی ہم نظر دوڑاتے ہیں وہاں فطرت کی تباہ کُن قوتیں دِکھائی دیتی ہیں، اور اِنسانی زندگی میں گناہ اور نااِنصافی کے واضح مظاہر نظر آتے ہیں۔ بلکہ نئے عہد نامے ہی سے ہم خدا کی محبت کے بارے میں سیکھتے ہیں۔ خدا کی محبت سب سے زیادہ واضح طور پر اُس کی رحمت اور شفقت میں دِکھائی دیتی ہے، جس کے وسیلے سے اُس نے اپنی پاکیزگی، اپنے اِنصاف اور اپنے غضب کے نتائج سے بچ نکلنے کی راہ فراہم کی ہے۔ جب ہم نئے عہد نامے میں سے محبت، نرمی اور رحمت کے بیانات کو تو اِختیار کر لیتے ہیں، لیکن خدا کی عدالت اور اُس کے غضب سے متعلق واضح تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہیں یا اُن کی اہمیت کم کر دیتے ہیں، تو در حقیقت ہم اپنے ہی تصوُّر کے مطابق ایک اپنی پسند کا خدا تراش رہے ہوتے ہیں، اور یہ دِیانت داری کا رویہ نہیں ہے۔

جب ہم خدا کے غضب کا اِنکار کرتے ہیں تو ہم اُس کی معافی کی حیرت انگیز حقیقت پر پردہ ڈال دیتے ہیں، کیوں کہ اگر کوئی خطرہ موجود ہی نہ ہو تو پھر معافی کی بھی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ وہ یہودی جو اپنے آپ کو شریعت اور خدا کی پاکیزگی کی روشنی میں دیکھتا اور اِس حقیقت کو سنجیدگی سے لیتا تھا کہ خدا ہمارے گناہوں اور سرکشی کے باعث واقعی اور بارہا گہرے طور پر رنجیدہ ہوتا ہے، تو ایسا یہودی خدا کی پاکیزگی کے حضور لرز اُٹھتا تھا۔ جب وہ یہ پیغام سُنتا کہ خدا نے اپنی نہایت مہربان رحمت کے باعث گناہوں کی معافی کی راہ فراہم کی ہے، تو وہ رِہائی کے گیت گانے لگتا تھا، جیسے زکریاہ نے گایا

تھا۔ ایسا یہودی اُس حقیقت کو دُہراتا تھا جو پرانے عہد نامے میں بار بار بیان ہوئی ہے: ''آدمی اُمیدوار رہے اور خاموشی سے خداوند کی نجات کا اِنتظار کرے''(نوحہ ۳:۲۶)۔

فرینکلن ڈی روزویلٹ نے کہا تھا: ''اگر ہمیں کسی چیز سے خوف کھانا چاہئے تو وہ خود خوف ہے''۔ یہ ایک مؤثر اور پُر زور بیان ہے، لیکن یہ دُرُست نہیں۔ اِس دُنیا میں خوف کے علاوہ بھی بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن سے خوف کھانا بالکل دُرُست ہے۔ بعض اوقات اُس ہستی یا حقیقت کے سامنے خوف محسوس کرنا بالکل بجا ہوتا ہے جو واقعی ہیبت ناک اور خوف پیدا کرنے والی ہو، لیکن آج ہمارا معاشرہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر آپ خدا کا خوف رکھتے ہیں تو گویا آپ میں کوئی نقص ہے۔ یہاں میرا اِشارہ اُس خوف کی طرف نہیں جو تعظیم، اِحترام یا پرستش کے مفہوم میں اِستعمال ہوتا ہے، بلکہ اُس کھلے اور حقیقی خوف کی طرف ہے جو اِس حقیقت سے پیدا ہوتا ہے کہ خدا اِنسان کو سزا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ اکثر ہم خدا کے خوف کے جائز ہونے پر ہونے والی ہر گفتگو کی اہمیت کم کر دیتے اور اُسے سنجیدگی سے لینے سے گریز کرتے ہیں۔

ہم اپنے دِل کی گہرائیوں میں اِس بات کو جانتے ہیں کہ جلد یا بدیر ہم سب کو خدا کے حضور حاضر ہونا ہے اور اپنی زندگی کا حساب دینا ہے، یعنی ہم سب کو۔ ایسی عدالت جو راست بازی، سچائی اور پاکیزگی کے مطابق ہو گی، جو اپنی اِنصاف پسندی میں مکمل طور پر بے عیب، دِیانت داری میں کامل، اور اپنے دائرۂ کار میں ہمہ گیر ہو گی۔ یہی وہ حقیقت ہے جس سے ہم خوف زدہ رہتے ہیں۔ ہم سب کی زِندگی میں کچھ نہ کچھ ایسا ہوتا ہے جو ماضی میں پوشیدہ رہا ہے، یا کچھ خیالات، تصوُّرات اور ہماری شخصیت کے بعض پہلو

ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں ہم یہ آرزُو رکھتے ہیں کہ اُن سے کبھی کوئی واقف نہ ہو۔ ہمیں اِس بات کا خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں ہماری شرمندگی سب پر ظاہر نہ ہو جائے۔

خدا ہمارے لئے ہیبت ناک ہے، کیوں کہ وہ تبدیل نہیں ہوتا، اُس کی پاکیزگی ہمیشہ یکساں رہتی ہے۔ ہم اپنے اَخلاقی معیار، اپنے احساسات یا اُن نئی معلومات کی بنیاد پر ترمیم کرتے رہتے ہیں جو ہم نے حاصل کی ہوتی ہے، لیکن خدا کے ساتھ ایسا نہیں ہے۔ ہر دَور میں اُس کی راست بازی بدستور قائم رہتی ہے، نہ وہ کسی طرف مائل ہوتی ہے اور نہ کسی سمجھوتے کو قبول کرتی ہے۔ خدا کی شریعت کبھی تبدیل نہیں ہوتی، خدا اُسے نیچے لا کر میرے معیار کے مطابق نہیں بناتا، اگرچہ ہم بسا اوقات یہی آرزُو رکھتے ہیں کہ وہ ایسا کرے۔ لیکن اِس کے برعکس، خدا نے اُسی شریعت کے فیصلے کو اپنے اِکلوتے بیٹے، یسوع، پر نازل کیا۔

نجات کے حتمی مفہوم، یعنی مخلصی پانے کی حقیقت کو مکمل طور پر اَلفاظ میں بیان کرنا آسان نہیں ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے ساتھ آپ کا شخصی تعلق بنیادی طور پر دُرُست اور بحال ہو چکا ہے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ گناہ کرنا چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ یہ کہ آپ خدا کے ساتھ اُس کشمکش سے گزر چکے ہیں، اور اُس کی عدالت کے سامنے آپ کی حیثیت مسیح کے کام کے وسیلے سے طے ہو چکی ہے۔ یعقوب کی مانند آپ لنگڑاتے ہوئے واپس لوٹتے ہیں، کیوں کہ آپ مغلوب ہوئے ہوتے ہیں، لیکن ساتھ ہی آپ نجات یافتہ بھی ہوتے ہیں، کیوں کہ آپ کو معافی مِل چکی ہوتی ہے۔ نجات

کے حتمی مفہوم کے اِعتبار سے مسیحیت کا بنیادی پیغام یہی ہے کہ مسیح نے ہمیں خدا کے غضب کے اُس حقیقی اور فوری خطرے سے مخلصی بخشی ہے جو ہمارے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ جب کوئی شخص خدا کے پاس آتا ہے، اور مسیح کو قبول کرنے اور اُس پر کامل اِعتقاد رکھنے کے باعث گناہوں کی معافی حاصل کرتا ہے، اور خدا کے ساتھ اپنے تعلق کو بحال شُدہ پاتا ہے، تب وہ نجات کی خوشی کا حقیقی تجربہ کرتا ہے۔

ہم نے اپنی گفتگو کا آغاز اِس سوال سے کیا تھا: ''نجات کیا ہے؟'' اِس سے متعلق ایک اَور سوال یہ ہے: ''کیا آپ نجات پا چکے ہیں؟'' یہ وہ سب سے اہم سوال ہے جس کا سامنا ہمیں اپنی زندگی میں کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہم اِس سوال کا جواب ہاں میں دے سکتے ہیں، تو پھر ہم اُس اِطمینان سے واقف ہوتے ہیں جس کا ذِکر نیا عہد نامہ کرتا ہے۔ لیکن اگر ہم اِس سوال کا جواب ہاں میں نہیں دے سکتے، تو پھر ہم اب بھی خوف، اِضطراب، تذبذب اور بے یقینی کی حالت میں ہیں۔ ہم یہ جانے بغیر زندگی گزارتے ہیں کہ خدا کے حضور ہماری حیثیت کیا ہے، حالانکہ اپنے باطن میں ہم بخوبی جانتے ہیں کہ خدا کے سامنے ہماری اصل حالت کیا ہے اور ہمیں اپنی وہ حالت پسند بھی نہیں ہوتی۔ ہر شخص کو اِس معاملے کا فیصلہ کر لینا چاہیے۔

باب ۳

کلیسیا

نئے عہد نامے میں کلیسیا کے لئے جو یونانی لفظ اِستعمال ہوا ہے وہ "ایکلیسیا" (ἐκκλησία) ہے۔ یہ ایک مرکب لفظ ہے جو ایک سابقے اور ایک اصل جڑ سے مِل کر بنا ہے۔ اِس کا سابقہ "ایک (ἐκ) ہے، جس کے معنی ہیں "باہر" یا "میں سے"، جبکہ اِس کا مادہ "کلیو" (καλέω) ہے، جس کے معنی "بلانا" کے ہیں۔ پس اگرچہ "ایکلیسیا" کا سادہ مفہوم "کلیسیا" ہے، تاہم اِس میں یہ مفہوم بھی پایا جاتا ہے کہ یہ اُن لوگوں کی طرف اِشارہ کرتا ہے جو "بُلا کر الگ کئے گئے ہیں"۔ یہ ایک "جماعت" کو ظاہر کرتا ہے، یعنی ایسے لوگ جو ایک بڑے گروہ میں سے بُلا کر جمع کئے گئے ہوں۔

وہ کس چیز میں سے بُلا کر الگ کئے گئے ہیں؟ کتابِ مُقدّس میں اِس کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ کلیسیا کو دُنیا میں سے بُلا کر الگ کیا گیا ہے۔

یہاں "دُنیا" سے مراد کسی جغرافیائی خِطے یا زمین کے کسی خاص حصے کا تصوُّر نہیں ہے، بلکہ یہاں لفظ "دُنیا" اُس مفہوم میں مراد ہے جو جسمانی اور نفسانی زندگی کے نظام کی نمائندگی کرتا ہے۔ یعنی یہ موجودہ زمانہ، موجودہ نسل، موجودہ ثقافت اور موجودہ طرزِ زندگی ہے۔ یہ وہ دائرہ ہے جس میں لوگ خدا کے اِختیار اور حاکمیت کے تابع نہیں

ہوتے۔ خدا کے لوگوں کو دُنیاوی نظام سے، اِس زمانے سے اور اِس موجودہ دَور سے بُلا کر الگ کیا جاتا ہے تا کہ وہ خدا کے ساتھ ایک منفرد اور مخصوص تعلق میں شریک ہوں۔ جس طرح خدا نے اَبرہام کو کلدانیوں کے اُور سے بُلا کر باہر نکالا تا کہ اُسے ایک عظیم قوم کا باپ بنائے، اور جس طرح اُس نے اِسرائیل کو مصر سے نکال کر بُلایا، اُسی طرح وہ نئے عہد نامے کی جماعت کو بھی اِس زمانے اور اِس دُنیا کے نظام میں سے بُلا کر الگ کرتا ہے۔

غور کریں کہ کتابِ مُقدّس میں خدا کی بلاہٹ کا ذِکر کس قدر کثرت سے ملتا ہے۔ بائبل مُقدّس میں ہم پہلی بار خدا کی بلاہٹ کے اِس بااِختیار مفہوم کو کہاں دیکھتے ہیں؟ تخلیق کے عین آغاز میں۔ تخلیق کے آغاز ہی میں خدا کی بلاہٹ سُنائی دیتی ہے۔ تخلیق کے عمل میں خدا کی بلاہٹ کارفرما اور مؤثر نظر آتی ہے۔ یہ کس قِسم کی بلاہٹ ہے؟ کیا یہ محض ایک دعوت ہے؟ کیا خدا صرف اِتنا کہتا ہے: "اَے دُنیا، مہربانی کر کے وجود میں آ جا" ہرگز نہیں۔ خدا اپنے کلام کی قدرت سے دُنیا کو وجود میں آنے کے لئے حکم دیتا ہے۔ نیا عہد نامہ تخلیق کی اِس بلاہٹ اور خدا کے لوگوں کی بلاہٹ کے درمیان ایک مماثلت قائم کرتا ہے۔ پولس رسول کہتا ہے: "اور جِن کو اُس نے پہلے سے مُقرّر کیا اُن کو بُلایا بھی اور جِن کو بُلایا اُن کو راست باز بھی ٹھہرایا اور جِن کو راست باز ٹھہرایا اُن کو جلال بھی بخشا" (رومیوں ۸:۳۰)۔ پرانے عہد نامے میں خدا نے بنی اِسرائیل کو مصر کی سرزمین میں سے بُلا کر باہر نکالا، اُسے ایک قوم کی حیثیت سے وجود بخشا اور قائم کیا، اور اُن سے کہا: "کیوں کہ مَیں خداوند ہوں اور تم کو مُلکِ مصر سے اِسی لئے نکال کر لایا ہوں کہ مَیں تمہارا خدا ٹھہرُوں۔ اِس لئے تم مُقدّس ہونا کیوں کہ مَیں قدُّوس ہوں" (احبار

۴۵:۱۱)۔ خدا اُنہیں الگ کرتا ہے۔ وہ اُن کی تقدِیس کرتا ہے۔ وہ اُن لوگوں کو دُنیا کی دِیگر اَقوام سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو بُلا کر الگ کئے گئے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جو دُوسروں سے امتیازی ٹھہرائے گئے ہیں۔

نئے عہد نامے میں یہ بلاہٹ غیر اَقوام تک وسیع کر دی گئی ہے۔ خدا نے پرانے عہد نامے میں وعدہ کیا تھا، اور پھر اُس کو نئے عہد نامے میں دُہرایا کہ وہ اُن لوگوں کو جو اُس کے لوگ نہ تھے "اپنے لوگ" کہے گا۔ ہوسیع کی کتاب میں ہم پڑھتے ہیں: "اور لوعمی سے کہوں گا تم میرے لوگ ہو" (ہوسیع ۲:۲۳)۔ پطرس اِس آیت کا اِطلاق غیر اَقوام پر کرتا ہے: "پہلے تُم کوئی اُمّت نہ تھے مگر اَب خُدا کی اُمّت ہو" (۱۔پطرس ۲:۱۰)۔ اِسی طرح وہ غیر اَقوام پر پاکیزگی کی اُس بلاہٹ کا بھی اِطلاق کرتا ہے جو تقدیس اور الگ کئے جانے سے تعلق رکھتی ہے: "بلکہ جِس طرح تمہارا بُلانے والا پاک ہے اُسی طرح تم بھی اپنے سارے چال چلن میں پاک بنو۔ کیوں کہ لِکھا ہے کہ پاک ہو اِس لئے کہ مَیں پاک ہوں (۱۔پطرس ۱:۱۵-۱۶)۔

نئے عہد نامے میں جو لوگ کلیسیا میں شامل ہوئے، خاص طور پر وہ جو غیر اَقوام میں سے تھے، خدا کے لوگ اِس لئے بنے کہ خدا نے اُنہیں اپنے لوگ کہا۔ وہ پہلے اُس کے لوگ نہ تھے، مگر اب اُس کے لوگ بن گئے۔ اُنہیں مُقدّس ہونے کے لئے الگ کیا گیا ہے۔ غیر اَقوام میں سے ہونے کے ناتے ہمارا یہی خاص تعلق ہے کہ ہمیں نئے عہد کی جماعت، یعنی نئے عہد نامے کی کلیسیا میں شامل کیا گیا ہے۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے بُلایا اور اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے الگ کیا ہے۔

ہم کتابِ مُقدّس میں خدا کی بلاہٹ کو کئی اَور طریقوں سے بھی دیکھتے ہیں۔ میری پسندیدہ مثالوں میں سے ایک لعزر کو مُردوں میں سے زندہ کرنے کا واقعہ ہے۔ مسیح لعزر کو مُردوں میں سے کیسے زندہ کرتا ہے؟ کیا وہ اُس کا CPR کرتا ہے یا دِل کو بحال کرنے کے لئے کوئی طِبّی آلہ (Defibrillator) اِستعمال کرتا ہے؟ ہر گز نہیں! وہ محض اُسے آواز دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے: "اَے لعزر نکل آ" (یوحنا ۱۱:۴۳)۔ خدا کی بلاہٹ کی قدرت کے وسیلے سے لعزر مُردوں میں سے زندہ کیا گیا۔ پولُس رسُول اِسی حقیقت کا ذِکر کرتے ہوئے خدا کو وہ ہستی قرار دیتا ہے کہ "جو مُردوں کو زندِہ کرتا ہے اور جو چیزیں نہیں ہیں اُن کو اِس طرح بُلا لیتا ہے کہ گویا وہ ہیں" (رومیوں ۴:۱۷)۔ خدا اپنی بلاہٹ کے ذرِیعے ایک نئی قوم کو وجود بخشتا اور اُنہیں اُس ہستی کے ساتھ ایک خاص تعلق میں داخل کرتا ہے جو زندگی کا خداوند ہے۔ جو لوگ اِیمان کے وسیلے سے زندگی کے خداوند کے ساتھ متحد ہوتے ہیں، وہی کلیسیا ہیں، یعنی وہ لوگ جو بُلا کر الگ کئے گئے ہیں، جنہیں خدا کے فرزند ہونے کے لئے بلایا گیا ہے، جنہیں مسیح کے شاگرد ہونے کے لئے بلایا گیا ہے اور جنہیں ایک خاص خدمت اور مخصوص مقصد کے لئے بلایا گیا ہے۔ لہٰذا، بلاہٹ کا بائبلی تصوُّر اپنے اندر ذِمے داری اور سپرد کی گئی خدمت کا مفہوم بھی رکھتا ہے۔ جو لوگ بُلا کر الگ کئے جاتے ہیں، اُنہیں کسی خاص مقصد کے تحت بُلاہٹ کے ذریعے الگ کیا جاتا ہے۔ اُنہیں ایک خاص ذِمے داری سونپی جاتی ہے جسے اُنہوں نے پورا کرنا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ دُنیاوی زندگی میں بھی کسی شخص کے کام، پیشے یا عملی میدان کی بنیاد کسی نہ کسی درجے میں اِسی بنیادی اُصول پر قائم ہوتی ہے۔ ہم کسی شخص کے کام یا پیشے کو اُس کی

کسب(vocation) کہتے ہیں، جو ایک لاطینی لفظ سے ماخوذ ہے اور جس کے معنی ہیں "بُلانا"۔اِس اِعتبار سے پیشہ ایک بلاہٹ ہے۔ اِس اِصطلاح کی جڑیں اُس زمانے میں پیوست ہیں جب لوگ اپنے ہر کام اور پیشے کو خدا کی طرف سے دی گئی بلاہٹ سمجھتے تھے،یعنی ایک ایسی ذِمے داری جسے پورا کرنا اور تخلیق میں اپنی مقررہ خدمت کو نبھانا اُن کے سپرد کیا گیا تھا۔اِسی طرح کلیسیا کی بھی ایک بلاہٹ ہے۔ کلیسیا کے سپرد بھی ایک خاص مشن ہے جسے اُسے پورا کرنا ہے۔

لفظ "ایکلیسیا" نئے عہد نامے میں "کلیسیا" کے لئے اِستعمال ہوتا ہے، لیکن "چرچ"(Church) کا لفظ کہاں سے آیا ہے؟اِس لفظ کے مشابہ اَلفاظ دُوسری زبانوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ جرمن زبان میں اِسے "کِرخے" (Kirche) کہا جاتا ہے، سکاٹش انگریزی میں "کِرک"(kirk)، ڈچ زبان میں "کرک"(kerk) اور سویڈش زبان میں "کرکا"(kerka)۔ یہ تمام اَلفاظ ایک ہی جڑ سے نکلے ہیں، یعنی یونانی لفظ "کُویاکون"(κυριακόν)سے۔یہ یونانی؛فظ "کُوریئس" "(κύριος)سے متعلق ہے، جس کے معنی ہیں "خداوند"۔ نئے عہد نامے میں یسوع کو دیا جانے والا یہ سب سے اعلیٰ وارفع لقب ہے۔ یہ وہ نام ہے جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے۔ یہ مسیح کا شاہانہ اور حاکم لقب ہے۔اِبتدائی کلیسیا کا پہلا اِقرارالایمان یہ تھا:یعنی "یسوع خداوند ہے"۔ لفظ "کُویاکون" اُسی لفظ "کُوریئس" سے ماخوذ ہے، اور اِس کا مفہوم ہے "وہ جو خداوند سے تعلق رکھتا ہو" یا "جو خداوند کی ملکیت ہو"۔ چناں چہ ہر وہ شخص جو خداوند کا ہے،یعنی

کلیسیا کا حصہ ہے۔ اِس اِعتبار سے کلیسیا مسیح کی ملکیت ہے۔ جو لوگ مسیح سے تعلق رکھتے ہیں، وہی مِل کر کلیسیا کو تشکیل دیتے ہیں۔

نیا عہد نامہ مسیح اور اُس کی کلیسیا کے تعلق کو نہایت قریبی اور شخصی انداز میں بیان کرتا ہے، یہاں تک کہ کلیسیا کو مسیح کا "بدن" کہا گیا ہے (اِفسیوں ۱: ۲۳)۔ ایک اہم موقع پر ہم مسیح اور کلیسیا کے اِس رُوحانی اِتحاد کو نہایت مؤثر اور ڈرامائی انداز میں دیکھتے ہیں۔ یہ دمشق کی راہ پر ساؤل کی تبدیلی کا واقعہ ہے۔ ساؤل مسیحیوں کو ستا رہا تھا اور اپنے اِسی کام کو جاری رکھنے کے لئے دمشق جا رہا تھا کہ اچانک اُس نے ایک چندھیا دینے والی روشنی دیکھی اور مسیح کی آواز سُنی۔ غور کیجئے کہ مسیح نے اُس سے کیا کہا: "اور وہ زمین پر گِر پڑا اور یہ آواز سُنی کہ اَے ساؤل اَے ساؤل۔ تُو مُجھے کِیُوں ستاتا ہے؟" (اَعمال ۹: ۴)۔ مسیح نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ اُس کے لوگوں، اُس کی کلیسیا یا مسیحیوں کو کیوں ستا رہا ہے، بلکہ اُس نے کہا: "تُو مُجھے کِیُوں ستاتا ہے؟" اُس نے ایسا کیوں کہا؟ اِس لئے کہ یسوع اپنے لوگوں کے ساتھ اپنی شناخت کو اِس قدر وابستہ کرتا ہے کہ اُس کے لوگوں، یعنی اُس کی کلیسیا کو ستانا درحقیقت اُس کو ستانا ہے، کیوں کہ اُس نے اپنے آپ کو اپنے لوگوں کے ساتھ متحد کر لیا ہے (یوحنا ۱۷ باب دیکھئے)۔

کلیسیا اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو مسیح کے ساتھ نہایت گہرے اور شخصی اِتحاد میں ہیں۔ رسُولوں کے عقیدے میں بیان کیا گیا ہے: "مَیں ... اِیمان رکھتا ہوں مُقدّسوں کی رفاقت پر"۔ مُقدّسوں کی رفاقت سے مراد وہ اِجتماعی زِندگی اور باہمی شراکت ہے جس سے وہ لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں جنہیں نئے عہد نامے میں "ہاگیوئی" (ἅγιοι) کہا گیا

ہے، جس کے معنی ہیں ''مُقدّسین'' یا ''پاک لوگ''۔ بد قسمتی سے کلیسیائی تارِیخ میں اکثر بعض ایسے اَشخاص اور عام کلیسیائی ارکان کے درمیان فرق کیا جاتا رہا ہے جنہیں غیر معمولی طور پر راست باز یا مُقدّس سمجھا جاتا ہے اور ''مُقدّس'' کا لقب دیا جاتا ہے۔ رومن کیتھولک کلیسیا میں مُقدّس اُس شخص کو سمجھا جاتا ہے جس نے ''فرضِ منصبی سے زائد اعمال'' (works of supererogation) اَنجام دیے ہوں، یعنی ایسے اَعمال جو خدا کے حضور راست باز ہونے کے لئے درکار حد سے بھی بڑھ کر ہوں۔ رومن کیتھولک کلیسیا مُقدّسوں کی تعظیم و تکریم کے حوالے سے خاص طور پر بہت معروف ہے، لیکن ایسا کہنے کے لئے ضروری نہیں کہ آپ رومن کیتھولک ہی ہوں، ہم بھی کسی شخص کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ واقعی ایک مُقدّس ہے اور اِس سے ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی خدا پرستی اور مسیحی کردار کے اِعتبار سے نمایاں مقام رکھتا ہے۔

پولُس رسُول اکثر اپنے خطوط کا آغاز مختلف شہروں کے ''مُقدّسین'' کو سلام بھیجنے سے کرتا ہے۔ اِس کے بعد وہ اِنہی لوگوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ جھگڑوں سے باز آئیں، جھوٹے اُستادوں کی پیروی ترک کریں اور دِیگر گناہ آلود رویّوں سے دُور رہیں۔ اگر وہ اِس قسم کے گناہوں میں ملوث تھے تو پھر اُنہیں ''مُقدّس لوگ'' کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اِس کی وجہ یہ ہے کہ مُقدّسوں کی رفاقت محض مسیحیوں کے کسی خاص اور ممتاز طبقے کی باہمی شراکت کا نام نہیں ہے۔ مُقدّسوں کی رفاقت اُس رفاقت کا نام ہے جو اُن تمام لوگوں کے درمیان قائم کی گئی ہے جنہیں الگ کیا گیا ہے، یعنی وہ سب جو مسیح میں مُقدّس ٹھہرائے گئے ہیں۔ نئے عہد نامے میں ایک عام اِیمان دار کو بھی مُقدّس کہا گیا ہے۔

مُقدّسوں کی رفاقت اُن تمام لوگوں پر مشتمل ہے جو الگ کئے گئے ہیں، وہ سب جن کی تقدیس کی گئی ہے اور وہ سب جو مسیح میں ہیں۔

تاہم مُقدّسوں کی رفاقت محض اُن لوگوں کی رفاقت تک محدود نہیں جو زندہ ہیں اور مسیح میں ہیں۔ ہم اِیمان دار اُن سب لوگوں کے ساتھ بھی متحد ہیں جو مسیح میں ہونے کے باعث وفات پا چکے ہیں۔ جس طرح ہمارا مسیح کے ساتھ ایک پُراسرار رُوحانی تعلق ہے، اُسی طرح وہ اپنے دُوسرے پیروکاروں کے ساتھ بھی ایک رُوحانی رفاقت میں ہے۔ اور اِس سبب سے ہمارا بھی اُن کے ساتھ ایک رُوحانی تعلق قائم ہے۔ جب کوئی مسیحی وفات پا جاتا ہے تو یہ تعلق منقطع نہیں ہو جاتا۔ اوگسطین آج بھی مسیح کی رفاقت میں ہے۔ اَبرہام، یشوع، داؤد اور پولس رسول آج بھی مسیح کی رفاقت میں ہیں۔ ہم سب ہر دَور کے مُقدّسین کے ساتھ مِل کر ایک ہی کلیسیا کا حصہ ہیں۔ موت اُس رفاقت کو ختم نہیں کر سکتی جو ہمیں خدا کے لوگوں کے درمیان حاصل ہے۔

کلیسیا کو مسیح کا بدن بھی کہا گیا ہے۔ پولُس رسُول اِس تصویر کو ہمارے سامنے تفصیل کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ یہ تصویر اِس حقیقت پر زور دیتی ہے کہ کلیسیا، لوگوں کا ایک ایسا متحد بدن ہے، جس میں صلاحیتوں، نعمتوں اور ذِمے داریوں کا تنوع پایا جاتا ہے۔ کلیسیا محض ایک تنظیم نہیں ہے، اگرچہ اُس میں تنظیمی پہلو موجود ہے، بلکہ وہ ایک زندہ بدن کی مانند ہے، جس میں ہر ایک اَعضاء اور ہر ایک رُکن مجموعی وجود کے لئے اپنا حصہ ادا کرتا ہے۔ پولُس رسُول اِس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ ہر اَعضاء دُوسرے اَعضاء کا محتاج ہے اور اُن کی ضرورت رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر ناک

کان سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ "مجھے تیری ضرورت نہیں" (دیکھئے ا۔کرنتھیوں ۱۲: ۱۲-۳۱
)۔ رُوح کی مختلف نعمتیں، مختلف خدمتیں اور مختلف ذِمے داریاں ہیں۔ کلیسیا میں کوئی بھی شخص اپنی ذات تک محدود نہیں، بلکہ ہم ایک دُوسرے کے محتاج ہیں۔ ہر مسیحی کو ایک خاص نعمت اور ایک خاص ذِمے داری سونپی گئی ہے، اور ہمیں ایک نعمت کو دُوسری نعمت پر فوقیت نہیں دینی چاہیئے۔ نئے عہد نامے میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم اپنی نعمتوں کو غیر معمولی اہمیت نہ دیں اور نہ اُنہیں سب سے بلند مقام پر فائز کریں، بلکہ یہ سمجھیں کہ کلیسیا میں ہر شخص کو خدا کی طرف سے ایک خاص نعمت بخشی گئی ہے تا کہ وہ مسیح کے بدن میں اپنی مخصوص خدمت انجام دے۔ جس طرح فطری طور پر ہمارے جسم کا ہر عضو ایک خاص کام سرانجام دیتا ہے، اُسی طرح مسیح کا بدن بھی ہے۔ ہمارے جسم کے اَعضاء اپنے فرائض باقی جسم سے الگ ہو کر اَنجام نہیں دے سکتے، اور نہ ہی مسیح کے بدن کے اَعضاء اپنی خدمتیں ایک دُوسرے سے الگ رہ کر سرانجام دے سکتے ہیں۔ بدن کے تمام اَعضاء کو ایک دُوسرے کے ساتھ باہمی اِشتراک اور باہمی اِنحصار کے ساتھ کام کرنا ہوتا ہے، تا کہ تنوع اور وحدت دونوں برقرار رہیں۔

چناں چہ نئے عہد نامے میں کلیسیا کو مختلف تشبیہات کے ذریعے بیان کیا گیا ہے: کلیسیا خدا کی وہ جماعت ہے جسے اُس نے بُلا کر الگ کیا ہے، وہ لوگ جو خداوند کی ملکیت ہیں، مُقدّسوں کی رفاقت اور مسیح کا بدن۔ نئے عہد نامے میں کلیسیا کے لئے یہ تمام تشریحات اور اِن کے علاوہ بھی بہت سے دُوسرے پہلو ملتے ہیں۔

باب ۴

مِشن

مشن (مقصد) کا تعلق بھیجے جانے سے ہے۔ پُرانے عہد نامے کے آغاز ہی میں ہمیں بھیجے جانے کا یہ تصوُّر نظر آتا ہے، اور عموماً بھیجنے والا خود خدا ہوتا ہے۔ پیدایش ۱۲ باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ خدا اپنے آپ کو اَبرام پر ظاہر کرتا ہے اور اُسے بُلاتا ہے کہ وہ ہر اُس چیز کو چھوڑ دے جو اُس کے لئے اہم تھی، یعنی اپنے دوست، اپنا احساسِ تحفظ، اپنا گھر اور اپنی قوم، اور اُس سرزمین کی طرف روانہ ہو جسے خدا اُسے دِکھائے گا۔ خدا ایک بُت پرست معاشرے کے درمیان سے اَبرام کو بُلا کر ایک اجنبی اور غیر مانوس سرزمین کی طرف بھیجتا ہے۔ وہاں بھیجتے وقت خدا اَبرام سے، جسے بعد میں "اَبرہام" کہا گیا، وعدہ کرتا ہے کہ وہ اُسے ایک بہت بڑی قوم کا باپ بنائے گا اور اُس کی نسل آسمان کے سِتاروں اور سمندر کے کنارے کی ریت کی مانند بے شمار ہو گی۔ خدا اَبرہام سے وعدہ کرتا ہے کہ اُس کی نسل میں سے ایک شخص آئے گا جو دُنیا کی نجات کا وسیلہ بنے گا۔ چناں چہ خدا نے پہلے اَبرہام کو اپنی طرف بُلایا اور پھر اُسے ایک مشن پر روانہ کیا۔

ہر شخص یسوع کے یہ اَلفاظ سُننا پسند کرتا ہے: "اَے محنت اُٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہُوئے لوگو سب میرے پاس آؤ۔ مَیں تُم کو آرام دُوں گا" (متی ۱۱:۲۸)۔ لیکن جب وہ کہتا ہے "جاؤ" تو ہمارے لئے اُسے قبول کرنا نسبتاً زیادہ مشکل ہو جاتا ہے۔ بائبلی

مفہوم میں مِشن کا تعلق بلاہٹ یا سونپی گئی ذِمے داری کے تصوُّر سے ہے۔ یرمیاہ نبی کی بلاہٹ پر غور کیجئے۔ یرمیاہ کی کتاب کے پہلے باب میں ہم پڑھتے ہیں: "تب خداوند کا کلام مجھ پر نازِل ہوا اور اُس نے فرمایا۔ اِس سے پیشتر کہ مَیں نے تجھے بطن میں خلق کیا۔ مَیں تجھے جانتا تھا اور تیری وِلادت سے پہلے مَیں نے تجھے مخصوص کیا اور قوموں کے لئے تجھے نبی ٹھہرایا" (یرمیاہ ۱: ۴-۵)۔ خدا نے یرمیاہ کو بُلایا اور کہا کہ وہ اُسے اُس وقت سے جانتا تھا جب وہ ابھی رحمِ مادر میں تشکیل بھی نہیں پایا تھا۔ خدا یرمیاہ کو اُس کے نام سے جانتا تھا، اور اُس کے مستقبل سے بھی واقف تھا۔ یرمیاہ کی پیدایش سے پہلے ہی خدا نے اُسے مخصوص کیا اور اُسے ایک مشن کے لئے مقرر کیا، یعنی قوموں کے درمیان نبی کی خدمت سرانجام دینے کے لئے۔

اگرچہ ہم اُس طرح نبی نہیں ہیں جس طرح یرمیاہ نبی تھا، لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم مشن کے اِس تصوُّر میں شریک نہیں ہیں۔ ہم سب کبھی نہ کبھی یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم یہاں کیوں ہیں اور ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے۔ خدا نے ہم میں سے ہر ایک کو ایک خاص وقت میں ایک خاص مقصد کے تحت اِس دُنیا میں رکھا ہے۔ وہ اپنے وسائل کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ وہ بہترین اور کامل نگہبانی کا نمونہ ہے، وہ کامل حکمت اور اِنتظام کا نمونہ ہے اور ہم میں سے ہر ایک اُس کے اِسی اِنتظام کا حصہ ہے۔ اُس نے ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک مشن مقرر کیا ہے، اور ہماری ذِمے داری ہے کہ ہم اُسے دریافت کریں۔ یرمیاہ نے بھی اپنے مشن کے حوالے سے بہت جستجو کی تھی۔ وقتاً فوقتاً ہر شخص اِس طرح کی کشمکش سے گزرتا ہے۔ تاہم خدا ہم سب کو کسی نہ کسی مقصد

کے لئے بُلاتا ہے اور اپنی مرضی پوری کرنے کی قدرت بخشتا ہے، اور یہ وعدہ کرتا ہے: ''مَیں تمہارے ساتھ ہوں'' (متی ۲۸: ۲۰)۔

متی ۲۸ باب میں درج اِرشادِ اعظم کے تحت مسیح نے اپنے شاگردوں کو دُنیا میں بھیجا تاکہ وہ اُس کی بادشاہی کی گواہی دیں۔ اُس نے اُنہیں حکم دیا کہ جائیں، تمام قوموں کو شاگرد بنائیں، اُنہیں بپتسمہ دیں اور اُن کو تعلیم دیں۔ لیکن اِس مشن، یعنی اِس بھیجے جانے کے ساتھ، ایک خاص وعدہ بھی ہے: ''مَیں تمہارے ساتھ ہوں''۔

میرے پسندیدہ حوالہ جات میں سے ایک یسعیاہ ۶ باب ہے، جہاں نبی کو آسمانی تخت گاہ میں خدا کا رُؤیا دِکھایا گیا ہے۔ وہ سرافیم کو یہ کہتے ہوئے سُنتا ہے: ''اور ایک نے دُوسرے کو پُکارا اور کہا قدُّوس قدُّوس قدُّوس ربُ الافواج ہے۔ ساری زمین اُس کے جلال سے معمور ہے'' (آیت ۳)۔ اچانک یسعیاہ کو اپنی گناہ آلود حالت کا شدید احساس ہوتا ہے اور وہ پکار اُٹھتا ہے: ''تب مَیں بول اُٹھا کہ مجھ پر اَفسوس! مَیں تو برباد ہو گیا! کیوں کہ میرے ہونٹ ناپاک ہیں اور نجس لب لوگوں میں بستا ہوں کیوں کہ میری آنکھوں نے بادشاہ ربُ الافواج کو دیکھا'' (آیت ۵)۔ پھر خدا نے ایک سُلگتے ہوئے کوئلے کے وسیلے سے اُس کے ہونٹوں کو چھُوا اور اُس کے گناہ اور بدکرداری کا کفارہ ہو گیا۔ اِس کے بعد خدا فرماتا ہے: ''مَیں کس کو بھیجوں اور ہماری طرف سے کون جائے گا؟ تب مَیں نے عرض کی کہ مَیں حاضر ہوں مجھے بھیج'' (آیت ۸)۔ یسعیاہ جانتا تھا کہ وہ کون ہے، اور وہ اپنی نااہلی سے بھی بخوبی واقف تھا، پھر بھی اُس نے جانے کے لئے خود کو پیش کر دیا۔

مشن کا تصوُّر نئے عہد نامے میں اپنے نقطۂ کمال تک پہنچتا ہے۔ یوحنا۳:۱۶-۱۷ میں یوں لکھا ہے: "کیوں کہ خُدا نے دُنیا سے اَیسی محبّت رکھّی کہ اُس نے اپنا اِکلوتا بیٹا بخش دِیا تاکہ جو کوئی اُس پر اِیمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زِندگی پائے۔ کیوں کہ خُدا نے بیٹے کو دُنیا میں اِس لِئے نہیں بھیجا کہ دُنیا پر سزا کا حکم کرے بلکہ اِس لِئے کہ دُنیا اُس کے وسیلہ سے نِجات پائے"۔ خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا۔ خُدا نے بیٹے کو دُنیا میں اِس لِئے نہیں بھیجا کہ دُنیا پر سزا کا حکم کرے، بلکہ اُس نے اپنے بیٹے کو دُنیا کی نجات کے لئے بھیجا تھا۔ یہی یسوع کا مشن تھا۔ اُس نے اِس مشن کی کامل فرماں برداری کی اور اُس کا یہی مشن پورے نئے عہد نامے میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

ہم اِسی موضوع کو لوقا ۱۰ باب میں بھی دیکھتے ہیں: "اِن باتوں کے بعد خُداوند نے ستّر آدمی اَور مُقرّر کِئے اور جِس جِس شہر اور جگہ کو خُود جانے والا تھا وہاں اُنہیں دو دو کر کے اپنے آگے بھیجا۔ اور وہ اُن سے کہنے لگا کہ فصل تو بہُت ہے لیکِن مزدُور تھوڑے ہیں اِس لِئے فصل کے مالِک کی مِنّت کرو کہ اپنی فصل کاٹنے کے لِئے مزدُور بھیجے۔ جاؤ۔ دیکھو مَیں تُم کو گویا برّوں کو بھیڑیوں کے بِیچ میں بھیجتا ہُوں" (آیات ۱-۳)۔ بعض اوقات مسیحی اِس طرح کا رویّہ اِختیار کرتے ہیں گویا وہ اِس بات پر حیران ہیں کہ دُنیا اُنہیں قبول نہیں کرتی یا اُن کی فرماں برداری کے بدلے اُنہیں سراہتی نہیں۔ وہ اِس بات پر بھی حیران ہوتے ہیں کہ اُنہیں اپنے راستے میں مخالفت اور اِیذا رسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آخر کس نے آپ کو یہ بتایا تھا کہ معاملہ اِس کے برعکس ہو گا؟ یسوع نے تو صاف کہا تھا: "دیکھو مَیں تُم کو گویا برّوں کو بھیڑیوں کے بِیچ میں بھیجتا ہُوں"۔ شاگرد غالباً یہ سُن کر

حیران رہ گئے ہوں گے، کیوں کہ اُنہیں محسوس ہوا ہو گا کہ گویا وہ ذِبح ہونے کے لئے بھیجے جا رہے ہیں۔

لیکن اِس بلاہٹ کو قبول کرنے سے اِنکار کرنا دراصل خدا کے برّے کے اُس مشن میں شریک ہونے سے گریز کرنا ہوتا جس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ "برّہ جسے ذِبح کرنے کو لے جاتے ہیں" کی مانند تھا (یسعیاہ ۵۳:۷)۔ جب یسوع نے اپنے شاگردوں کو بھیجا تو وہ اُن سے کسی بھی ایسی بات کی توقع نہیں کر رہا تھا جس پر وہ خود پہلے عمل نہ کر چکا ہو۔

یسوع اپنے باپ کے مشن کو پورا کرنے کے لئے بھرپور جوش اور غیرت رکھتا تھا۔ "یسوع نے اُن سے کہا میرا کھانا یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی کے موافق عمل کروں اور اُس کا کام پورا کروں" (یوحنا ۴:۳۴)۔ اگر آپ بائبل کے یسوع کو سمجھنا چاہتے ہیں، تو لازم ہے کہ اُسے اُس کے اپنے مشن کے شُعُور کی روشنی میں دیکھیں۔ یہی وہ مشن تھا جس کے لئے اُسے بلایا گیا تھا، اور وہ اپنی پوری زندگی اِس مشن سے ذرّہ برابر بھی منحرف نہ ہوا۔ ہم میں سے کون ہے جس نے کبھی ایسی غیرت اور یکسوئی کا مظاہرہ کیا ہو؟

یہ بڑی مایوس کُن بات ہے کہ بعض نیک نیت اور خیر خواہ مسیحی، خوش خبری کی سچائی پر دُوسروں کو قائل کرنے کے جوش میں، اُن سے یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ صرف یسوع کے پاس آ جائیں تو اُن کے تمام مسائل ختم ہو جائیں گے۔ یسوع تمہیں دولت مند بنا دے گا، وہ تمہیں خوش حال کر دے گا، وہ تمہارے لئے یہ سب کچھ کرے گا اور تمہیں ذہنی اِطمینان عطا کرے گا۔ یہی وہ چیز ہے جسے ڈِیٹرچ بون ہافر نے "ارزاں فضل"

(Cheap Grace) کانام دیا تھا۔ اِس قسم کی بشارت شاگردیت کی قیمت کو واضح طور پر بیان نہیں کر پاتی۔

آپ کا مشن کیا ہے؟ آپ یہاں کس مقصد کے لئے ہیں؟ اُن اچھے اِرادوں اور نیک نیتی کے حامل مسیحیوں سے ہوشیار رہئے جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو رُویّا خدا نے اُنہیں دیا ہے، یا جس مشن پر خدا نے خاص طور پر اُنہیں بھیجا ہے، وہ لازماً آپ کا بھی مشن ہونا چاہئے۔ یہی وہ طرزِ فکر ہے جو مسیح کے بدن میں دراڑیں پیدا کرتی ہے۔ ہمارے سامنے ایک بڑے مشن کا میدان موجود ہے، اور خدا نے مختلف مسیحیوں کو مختلف کرداروں کے لئے مختلف نعمتوں سے آراستہ کیا ہے۔ جب وہ اپنے رُوح کو مسیحیوں پر اُنڈیلتا ہے تو اپنے بدن کے ہر رُکن کو مختلف خدمتوں کے لئے مختلف نعمتیں بخشتا ہے۔ وہ مختلف لوگوں کو مختلف خدمتوں اور ذِمے داریوں کے لئے بلاتا ہے، لیکن یہ سب مِل کر اُسی ایک عظیم مشن کا حصہ بنتے ہیں۔

باب ۵

آمدِ ثانی

مسیح کی آمد کو "پاروسیا"(παρουσία) بھی کہا جاتا ہے، جو نئے عہد نامے میں مسیح کے اُس ظہور اور آشکارا ہونے کے لئے اِستعمال ہونے والی اِصطلاح ہے جس کا وعدہ زمانے کے اِختتام پر کیا گیا ہے۔ مسیح کی دُوسری آمد کا مطالعہ عِلمِ اِلٰہی کا ایک ایسا نظریہ ہے جو کئی خطرات اور پیچیدگیوں سے گھِرا ہوا ہے۔ شاید مسیحی عِلمِ اِلٰہی کے کسی اَور موضوع کے مقابلے میں اِس موضوع کے بارے میں زیادہ عجیب و غریب نظریات پیش کئے گئے ہیں۔ یہ ایک نہایت متنازع موضوع بھی ہے، اور آخرت سے متعلق عقیدہ، یعنی علمُ الآخرت سے متعلق اُمور میں مسیحیوں کے درمیان شدید اِختلافات اور بحث و مباحثے کا باعث رہا ہے۔

مسیح کی دُوسری آمد پر غیر متناسب حد تک توجہ دی گئی ہے اور اِس کے بارے میں بے شمار نظریات پیش کئے گئے ہیں، اِس لئے بہت سے لوگوں نے اِس موضوع کو یکسر نظر انداز کرنا ہی مناسب سمجھا ہے۔ اُن کا خیال ہے، اور یہ تصور دُرُست نہیں کہ یسوع کی دُوسری آمد کا عقیدہ صرف کلیسیا کے اِنتہا پسند یا غیر متوازن حلقوں کی دِلچسپی کا موضوع ہے، یا اُن لوگوں کے لئے اہمیت رکھتا ہے جو اب بھی بائبل کی سادہ لوح یا اِبتدائی فہم سے وابستہ ہیں۔ گزشتہ برسوں میں ایسی بہت سی پیش گوئیاں کی گئی ہیں کہ یسوع فُلاں

دن دوبارہ آئے گا، اور بعض لوگوں نے اُس واقعے کے اِنتظار میں اپنے گھر، اپنے کاروبار اور اپنی ملازمتیں تک چھوڑ دیں۔ کلیسیائی تارِیخ میں مختلف مواقع پر لوگوں کے پورے پورے گروہ اپنے تمام دُنیاوی مال واَسباب سے دست بردار ہو کر یسوع کی آمد کے اِنتظار میں جمع ہوئے، لیکن آخر کار اُنہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

لیکن جب ہم نئے عہد نامے کا مطالعہ کرتے ہیں تو اِس عقیدے کو نظر انداز کرنا آسان نہیں رہتا۔ نئے عہد نامے کی عقائد پر مبنی تعلیم کا تقریباً دو تہائی حصہ کسی نہ کسی پہلو سے یسوع کی "پاروسیا" یعنی اُس کی دُوسری آمد سے تعلق رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یسوع کی دُوسری آمد نئے عہد نامے کی تعلیم میں ایک مرکزی مقام رکھتی ہے، اور خاص طور پر خود یسوع کی تعلیمات میں اِس کی اہمیت نمایاں ہے۔ اگر ہم نئے عہد نامے کی تعلیم کو پختگی کے ساتھ سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم یسوع کی آمدِ ثانی کے عقیدے کا سنجیدگی سے سامنا کریں اور اُسے صحیح طور پر سمجھیں۔

مسیح کی دُوسری آمد کی تفصیلات کے بارے میں مختلف کلیسیاؤں اور مختلف اَساتذہ کے درمیان اِختلاف پایا جا سکتا ہے، لیکن تارِیخی طور پر ہر مسیحی جماعت نے اِس بات کا اِقرار کیا ہے کہ مسیح کی دوبارہ آمد کے وعدے کو سنجیدگی سے لینا چاہئے۔ ہم سب اِس بات پر متفق ہیں کہ وہ دوبارہ ضرور آئے گا، اور اِس عقیدے پر کلیسیا کا اِعتماد خدا کے وعدوں پر قائم ہے۔ ہم اِس لئے اِیمان رکھتے ہیں کہ یسوع دوبارہ آئے گا، کیوں کہ اُس نے نہایت واضح اور دوٹوک اَلفاظ میں کہا تھا کہ وہ دوبارہ آئے گا۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک طرف ہم شدید بے اِعتقادی کے دَور میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور دُوسری طرف یسوع کی دُوسری آمد کے موضوع میں غیر معمولی دِلچسپی بھی پائی جاتی ہے۔

"The Late Great Planet Earth" اور "Left Behind" جیسی کتابوں کی لاکھوں کاپیاں فروخت ہو چکی ہیں۔ لیکن اِس کے برعکس بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یسوع نے یہ وعدے بہت عرصہ پہلے کئے تھے، اور اِتنی طویل مُدت گزر جانے کے باوجود وہ اب تک نہیں آیا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کلیسیا ایک بحران سے دوچار ہے، کیوں کہ یسوع نے نئے عہد نامے میں ایک نہایت واضح اور دوٹوک وعدہ کیا تھا جو بظاہر ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ ممکن ہے کہ ہم اِس وعدے کی تکمیل کے لئے اُس سے بھی زیادہ عرصہ اِنتظار کر چکے ہوں جتنا کہ بنی اِسرائیل نے اَبرہام یا داؤد سے کئے گئے وعدوں کی تکمیل کے لئے، یا اُن وعدوں کی تکمیل کے لئے اِنتظار کیا تھا جن کا اِعلان اِسرائیل کے آٹھویں اور ساتویں صدی قبل اَز مسیح کے نبیوں نے کیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یسوع نے ایک ایسا وعدہ کیا تھا جسے اُس نے پورا نہیں کیا، یا کم از کم بظاہر ایسا دِکھائی دیتا ہے کہ وہ ابھی تک پورا نہیں ہوا۔

بعض لوگوں نے یہ مؤقف اِختیار کیا ہے کہ یہ وعدہ درحقیقت پورا ہو چکا ہے، لیکن کسی لفظی، مادّی یا محض تارِیخی معنی میں نہیں، بلکہ اُن کا دعویٰ ہے کہ یسوع کی دُوسری آمد تارِیخ اور زمانے کے معمول کے بہاؤ میں وقوع پذیر ہونے والا واقعہ نہیں،

بلکہ ایک وجودی، باطنی اور شاید رُوحانی حقیقت ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ جب آپ کی زندگی مسیح کے اختیار کے ماتحت آجاتی ہے اور آپ اُس کے ساتھ ایک وجودی تعلق میں داخل ہوتے ہیں، تو آپ ذاتی طور پر "پاروسیا" کا تجربہ کر چکے ہوتے ہیں۔ اِسی وجہ سے بیسویں صدی میں علماء کا ایک پورا مکتبِ فکر وجود میں آیا جس نے روایتی مسیحی تعلیمات کو وجودِیت (existentialism) سے ماخوذ بعض فلسفیانہ نظریات کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی۔ اگر ہم یسوع کی دُوسری آمد کو اِسی انداز سے سمجھیں تو پھر ہمیں تارِیخ کے نشیب و فراز یا اُس کی پیچیدگیوں سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن ایسا کرنا درحقیقت کتابِ مُقدّس کے باہمی ربط کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے، اور اُن گہرے تعلقات سے بھی چشم پوشی ہے جو پرانے اور نئے عہد نامے کو ایک دُوسرے سے مربوط کرتے ہیں۔

یقیناً پرانے عہد نامے کی نبوتوں کے رُوحانی مضمرات بھی ہوتے ہیں، لیکن مجموعی طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ نئے عہد نامے میں اُن کی تکمیل ٹھوس تارِیخی واقعات کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ یسوع کی پیدایش کے واقعے پر غور کریں۔ اُس کے والدین ناصرت میں رہتے تھے، نہ کہ بیت لحم میں۔ اُس کی ماں اپنے حمل کے آخری ایّام میں تھی، اور اُن دِنوں حمل کے اِس مرحلے میں کسی عورت کے لئے طویل سفر کرنا ایک غیر معمولی مشقت کا باعث ہوتا تھا۔ تاہم مریم اور یوسف نے ناصرت سے بیت لحم تک یہ دُشوار سفر اِس لئے کیا کہ شہنشاہ نے مردم شماری کا حکم دیا تھا۔ ہر شخص کو اپنے آبائی شہر واپس جا کر اندراج کروانا تھا۔ چناں چہ یوسف اور مریم نے یہ سفر کیا۔

لیکن اِلٰہی تدبیر کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو میکاہ نبی نے صدیوں پہلے یہ پیش گوئی کی تھی: "لیکن اَے بیت لحم افراتاہ اگرچہ تو یہُوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لئے چُھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حُضور اِسرائیل کا حاکم ہو گا اور اُس کا مصدرِ زمانہ سابق ہاں قدیم الایّام سے ہے" (میکاہ ۵:۲)۔
میکاہ نے واضح طور پر پیش گوئی کی تھی کہ مسیح کی پیدایش بیت لحم میں ہو گی۔ اور جب مسیح آیا تو اُس کی آمد تارِیخ کے زمانی تسلسل میں وقوع پذیر ہوئی۔ اُس کی پیدایش محض وجودی، باطنی یا رُوحانی تجربہ نہیں تھی، بلکہ وہ واقعی زمان و مکان میں موجود تھا۔

صدیوں سے کلیسیا اِس بات کو نظر انداز کرنے سے گریز کرتی آئی ہے کہ پرانے عہد نامے میں خدا کے کلام اور نئے عہد نامے میں خدا کے کلام کے درمیان ایک تارِیخی تسلسل اور گہرا ربط پایا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر کلیسیا اِس عقیدے پر قائم رہی ہے کہ جب نیا عہد نامہ یہ کہتا ہے کہ یسوع اُسی طرح واپس آئے گا جس طرح وہ گیا تھا، تو وہ واقعی دوبارہ آئے گا اور اُس کی آمد سب کو دِکھائی دے گی (دیکھئے اَعمال ۱:۱۱)۔ کوئی شخص اُس سے محروم نہیں رہے گا، ہر آنکھ اُسے دیکھے گی۔ یہی وہ مبارک اُمید ہے جو ہر مسیحی کے دِل کو تقوِیت بخشتی ہے۔ تاریخ کے اِختتام پر ہماری اُمیدیں اِسی سے وابستہ ہیں: مسیح بادشاہ کی فاتحانہ آمد، جو مسیح کی اُس بادشاہی کو ظاہر کر دے گی جو اب تک نگاہوں سے اوجھل ہے۔

جب یسوع مسیح آئے گا تو وہ عدالت کرنے کے لئے آئے گا۔ وہ اپنے اُن لوگوں کو سرفراز اور سچا ثابت کرنے کے لئے آئے گا جو اُس کے وفادار رہے ہیں۔ یہ نئے عہد نامے کی رسُولی تعلیمات کا ایک اہم موضوع ہے۔ نئے عہد نامے کے مصنفین، خاص طور پر پولُس رسُول، بار بار مسیحیوں کو ثابت قدمی اور صبر کی تلقین کرتا ہے۔ مثال کے طور پر: "اور صرف یہی نہیں بلکہ مصیبتوں میں بھی فخر کریں یہ جان کر کہ مصیبت سے صبر پیدا ہوتا ہے۔ اور صبر سے پختگی اور پختگی سے اُمید پیدا ہوتی ہے۔ اور اُمید سے شرمِندگی حاصِل نہیں ہوتی کیوں کہ رُوحُ القدس جو ہم کو بخشا گیا ہے اُس کے وسیلہ سے خُدا کی محبّت ہمارے دِلوں میں ڈالی گئی ہے" (رومیوں ۵:۳-۵)۔ اور "پس جب کہ گواہوں کا اَیسا بڑا بادل ہمیں گھیرے ہُوئے ہے تو آؤ ہم بھی ہر ایک بوجھ اور اُس گُناہ کو جو ہمیں آسانی سے اُلجھا لیتا ہے دُور کر کے اُس دوڑ میں صبر سے دوڑیں جو ہمیں در پیش ہے۔ اور اِیمان کے بانی اور کامِل کرنے والے یِسُوع کو تکتے رہیں جِس نے اُس خُوشی کے لِئے جو اُس کی نظروں کے سامنے تھی شرمِندگی کی پروا نہ کر کے صلِیب کا دُکھ سہا اور خُدا کے تخت کی دہنی طرف جا بیٹھا (عبرانیوں ۱۲:۱-۲)۔ رسُولی خطوط ثابت قدم رہنے اور مضبوطی سے قائم رہنے کی نصیحتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ آپ کے خیال میں نئے عہد نامے میں اِس بات پر اِتنا زور کیوں دیا گیا ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ نئے عہد نامے کے مصنفین، اور خاص طور پر اُس کے سب سے بڑے مصنف یعنی رُوح القدس، یہ جانتا تھا کہ زندگی کی راہ میں پیش آنے والی بعض آزمائشیں اور مشکلات لوگوں کو لغزش میں مبتلا کر سکتی ہیں، یہاں تک کہ وہ ثابت قدم رہنے کے بجائے ہمت ہارنے اور پیچھے ہٹ جانے کا

سوچنے لگیں؟ یسوع ہمیں بار بار یہ دعوت دیتا ہے کہ ہم قربانی دینے سے دریغ نہ کریں اور اپنے خزانے زمین پر نہیں بلکہ آسمان پر جمع کریں (متی ۶ : ۲۰) اور اپنی زندگیاں دَورِ حاضر کے بجائے آنے والے زمانے کی اُمید کے سپرد کریں۔

جب آپ اپنے آپ کو مسیح کے سپرد کرتے ہیں تو درحقیقت اپنی زندگی اُس کے حوالے کر دیتے ہیں۔ آپ ایک ایسا فیصلہ کرتے ہیں جو اِس دُنیا کی سوچ اور مشوروں کے برخلاف ہوتا ہے۔ ہمیں کہا جاتا ہے: "زندگی صرف ایک بار ملتی ہے" اور "جب تک موقع ہے، اِس سے بھرپور فائدہ اُٹھاؤ"۔ لیکن یسوع ہمیں ایک بہتر شہر کی تلاش کرنے کو کہتا ہے۔ اُس ہستی کے ظہور کے لئے صبر کے ساتھ اِنتظار کرتے ہوئے، جس کے ظہور میں اب تک تاخیر ہوئی ہے، ہمیں مختلف آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بعض اوقات ہمارے ذہن میں یہ سوال بھی آسکتا ہے کہ کیا یہ سب واقعی اِس قابل ہے یا کہیں ہم نے غلط فیصلہ تو نہیں کر لیا۔ ہمیں اُن لوگوں کے تمسخر اور حقارت کو بھی برداشت کرنا پڑتا ہے جو یقین رکھتے ہیں کہ ہم نے ایک جھوٹ پر اِیمان رکھا ہے اور اپنی زندگیاں ضائع کر رہے ہیں۔ بلکہ دُنیا کے چلن کے مطابق نہ چلنے کے سبب سے ہمیں مخالفت اور ایذارسانی کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔ اِس لئے ہم اپنے بادشاہ کے ظہور کے منتظر رہتے ہیں، جو زمین کی عدالت کرنے اور اپنے لوگوں کی حقانیت ظاہر کرنے کے لئے آئے گا۔

لوقا ۱۸ : ۱-۸ میں درج بے اِنصاف قاضی کی تمثیل پر غور کریں۔ ایک بیوہ عورت اپنا مقدّمہ ایک ایسے قاضی کے سامنے پیش کرتی ہے جو نہ خدا کا خوف رکھتا اور نہ

ہی لوگوں کی کچھ پرواکرتا تھا۔ اُس بیوہ کا معاشرے میں کوئی اَثر ورُسوخ نہ تھا، لیکن وہ اِنصاف کی طلب گار تھی۔ لیکن قاضی کو اُس کی کوئی پروانہ تھی۔ اُسے نہ اِنصاف کی فکر تھی، نہ سچائی کی اور نہ ہی خدا کی۔ بے شک اُس بے بس بیوہ کی بھی اُسے کوئی پروانہیں تھی، لیکن وہ بیوہ ہار نہیں مانتی۔ وہ بار بار اُس کے پاس آتی اور مِنّت کرتی ہے کہ وہ اُس کا مقدّمہ سُنے، اُس کے حق میں فیصلہ کرے اور اُسے اِنصاف دِلائے۔ آخرکار قاضی صرف اِس لئے اُس کا مقدّمہ سُنتا ہے کہ وہ اِس مسلسل اِصرار کرنے والی عورت سے جان چھڑا لے، اور یوں وہ اُس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہے۔

یسوع آخر میں کہتا ہے: "پس کیا خُدا اپنے برگُزِیدوں کا اِنصاف نہ کرے گا جو رات دِن اُس سے فریاد کرتے ہیں؟ اور کیا وہ اُن کے بارے میں دیر کرے گا؟ (آیت ۷)۔ اِس تمثیل کا مطلب نہایت سادہ ہے۔ اگر ایک شریر، بے اِنصاف اور دُنیاوی قاضی، جسے راست بازی کی کسی بات کی پروانہیں، کبھی کبھی صرف اپنے ذاتی فائدے کے لئے اِنصاف کر دیتا ہے، تو پھر آسمان و زمین کا خدا، جو کامل راست بازی اور سچائی ہے، یقیناً اپنے لوگوں کے حق میں فیصلہ کرے گا۔ یہ ناقابلِ تصوُّر بات ہے کہ ایک پاک خدا اپنے لوگوں کے حق میں فیصلہ کیے بغیر اَبد تک اُنہیں انتظار میں رکھے۔ یسوع اِس تمثیل کا اِختتام ایک ایسے سوال پر کرتا ہے جو بظاہر غیر متوقع معلوم ہوتا ہے۔ پہلی نظر میں ایسا لگتا ہے کہ گویا اِس کا تمثیل کے بنیادی ڈھانچے سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں: "جب اِبنِ آدم آئے گا تو کیا زمین پر اِیمان پائے گا؟" (لوقا ۱۸:۸)۔ یسوع کے نزدیک سوال یہ نہیں کہ آیا خدا اپنے لوگوں کو اِنصاف دِلانے کے وعدہ میں وفادار رہے

گا یا نہیں۔ یسوع کے ذہن میں یہ خیال کبھی نہیں آتا کہ شاید وہ اپنی دُوسری آمد کے وعدے کو پورا نہ کرے۔ اصل سوال یہ ہے کہ جب وہ آئے گا تو کیا زمین پر ایسے لوگ موجود ہوں گے جو اُس کے منتظر ہوں؟ کیا زمین پر اِیمان باقی ہو گا، اور کیا ایسے لوگ موجود ہوں گے جن کے حق میں وہ فیصلہ کرے؟ ہمیں اِس سوال کا سامنا اِس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کرنا پڑتا ہے کہ وہ ابھی تک نہیں آیا۔

یسوع نے بعض غیر معمولی پیش گوئیاں کیں۔ کوہِ زیتون پر دی جانے والی تعلیم میں اُس نے یہ پیشین گوئی بھی کی تھی کہ ہیکل تباہ ہو جائے گی، یہودی جلاوطن ہوں گے اور یروشلیم غیر اَقوام سے پامال کیا جائے گا۔ پھر ۷۰ء میں کیا ہوا؟ بالکل وہی ہوا جس کی اُس نے پیش گوئی کی تھی۔ رومی آئے اور اُنہوں نے ہیکل کو مسمار کر دیا، اور یہودی پوری دُنیا میں پراگندہ ہو گئے۔ تاہم اُنہوں نے اپنی قومی شناخت کبھی نہیں کھوئی۔ اُنہوں نے اپنا وطن کھو دیا اور دو ہزار برس تک وہ ہر فسح کی عید کے اِختتام پر یہ اَلفاظ دُہراتے رہے: "اگلے سال یروشلیم میں"۔

دو ہزار برس تک یہودی دُنیا بھر میں تتر بِتر رہے اور یروشلیم کا خواب دیکھتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں اُن کی یہ اُمید پوری ہوئی، جب وہ مُقدّس سرزمین میں، یعنی جدید ریاستِ اِسرائیل میں دوبارہ آباد ہوئے۔ بعض لوگوں نے اِس واقعے کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب ہم مسیح کی دُوسری آمد کے پہلے کے آخری مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں۔

مارٹن لوتھر کو پورا یقین تھا کہ سولہویں صدی کی اِصلاحِ کلیسیا کے ہنگامہ خیز حالات کے دوران وہ آخری زمانے میں زندگی بسر کر رہا ہے اور مسیح کی آمد نہایت قریب ہے۔ اِسی طرح اٹھارہویں صدی میں نئی دُنیا (New World) کی تشکیل کے دوران پیش آنے والے حالات کو دیکھ کر جوناتھن ایڈورڈز بھی اِس بات پر یقین رکھتا تھا کہ وہ آخری ایّام میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ لیکن یہ دونوں غیر معمولی اَشخاص ہونے کے باوجود اِس معاملے میں غلط ثابت ہوئے۔ اِس لئے مسیح کی دُوسری آمد کی تارِیخ متعین کرنے کی کوشش کرنا بے وقوفی ہے۔ اَلبتہ ایک بات جو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم مارٹن لوتھر کی نسبت یسوع کی دُوسری آمد سے پانچ سو سال زیادہ قریب ہیں، اور جوناتھن ایڈورڈز کی نسبت ڈھائی سو سال زیادہ قریب ہیں۔ گزرنے والا ہر دِن ہمیں خدا اور مسیح کے اُس حتمی اور ناقابلِ تسخیر وعدے کی تکمیل کے مزید قریب لے جا رہا ہے۔

مسیح کی دُوسری آمد کے وقت کے بارے میں ہی نہیں، بلکہ اُس وقت پیش آنے والے واقعات کے بارے میں بھی بہت سی اُلجھنیں پائی جاتی ہیں۔ نئے عہد نامے میں کئی مقامات ایسے ہیں جو براہِ راست اِس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں۔ پولُس رسُول تھسلنیکیوں کی کلیسیا کے نام اپنے خط میں لکھتا ہے: ”اَے بھائیو! ہم نہیں چاہتے کہ جو سوتے ہیں اُن کی بابت تم ناواقِف رہو تاکہ اَوروں کی مانند جو نااُمید ہیں غم نہ کرو۔ کیوں کہ جب ہمیں یہ یقین ہے کہ یِسُوع مر گیا اور جی اُٹھا تو اُسی طرح خُدا اُن کو بھی جو سو گئے ہیں یِسُوع کے وسیلہ سے اُسی کے ساتھ لے آئے گا (۱۔ تھسلنیکیوں ۴:۱۳-۱۴)۔ اگر ہم مسیح کی موت پر اِیمان رکھتے ہیں اور اگر ہم اُس کے جی اُٹھنے پر اِیمان رکھتے ہیں تو پھر ہمیں

اِس بات پر بھی اِیمان رکھنا چاہیئے کہ وہ آئے گا، اور جب وہ آئے گا تو مسیح میں سو جانے والوں کو اپنے ساتھ لے آئے گا۔ "چناں چہ ہم تم سے خُداوند کے کلام کے مُطابِق کہتے ہیں کہ ہم جو زِندہ ہیں اور خُداوند کے آنے تک باقی رہیں گے سوئے ہُوؤں سے ہرگز آگے نہ بڑھیں گے (آیت ۱۵)۔ کلیسیا میں اِس بات کے بارے میں اِبہام پایا جاتا تھا کہ اُن لوگوں کا کیا ہو گا جو یسوع کی دُوسری آمد سے پہلے وفات پا چکے ہوں گے۔ کیا اِس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ اِس سے محروم رہ جائیں گے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مسیح کی آمد سے پہلے وفات پانے والے پہلے زندہ کئے جائیں گے۔

یسوع کی دُوسری آمد کسی کی نظروں سے اوجھل نہیں رہے گی۔ اُس کے تمام لوگ اُسے دیکھیں گے۔ وہ راست باز مُردوں کو زندہ کرے گا، جس طرح اُس نے لعزر کو زندہ کیا تھا۔ وہ اُنہیں اُٹھائے گا اور اپنے ساتھ لے جائے گا۔ پولُس رسُول اِس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے: "کیوں کہ خُداوند خُود آسمان سے للکار اور مُقّرب فرِشتہ کی آواز اور خُدا کے نرسنگے کے ساتھ اُتر آئے گا اور پہلے تو وہ جو مسیح میں مُوئے جی اُٹھیں گے۔ پھِر ہم جو زِندہ باقی ہوں گے اُن کے ساتھ بادلوں پر اُٹھائے جائیں گے تا کہ ہوا میں خُداوند کا اِستقبال کریں اور اِس طرح ہمیشہ خُداوند کے ساتھ رہیں گے" (۱۔ تھسلنیکیوں ۴:۱۶-۱۷)۔ یہ وہ واقعہ ہے جسے لوگ "کلیسیا کا آسمان پر اُٹھالیا جانا" (Rapture) کہتے ہیں۔ مسیح کی دُوسری آمد کے اِس پہلو کے بارے میں بھی اِختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ "کلیسیا کا آسمان پر اُٹھالیا جانا" مسیح کی خفیہ آمد ہو گی، یعنی مسیح غیر مرئی طور پر آسمان سے اُتر کر ایک خاص مقام تک آئے گا، اپنے لوگوں کو جمع کرے گا اور

اُنہیں زمین سے اُٹھا لے جائے گا۔ بعض لوگ کوہِ زیتون پر دی جانے والی تعلیم اور دِیگر حوالہ جات کی ایک خاص تشریح کی بنیاد پر اِس واقعے کا تعلق ایک مفروضے "بڑی مصیبت کے دَور" (Great Tribulation) کے ساتھ جوڑتے ہوئے اُس کے وقت کا تعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاہم یہ کہنا مشکل ہے کہ "کلیسیا کا اُٹھا لیا جانا خفیہ ہو گا، کیوں کہ نیا عہد نامہ ہمیں بتاتا ہے کہ ہر آنکھ اُسے دیکھے گی، اُس کا اِعلان آسمان سے بلند پُکار کے ساتھ ہو گا، خدا کے نرسنگے پھونکے جائیں گے اور مقرب فرشتہ للکار اُٹھے گا۔

پولُس رسُول کی یہ تصویر کشی پوری طرح واضح نہیں، لیکن اِس کی ایک ممکنہ تشریح پیش کی جا سکتی ہے۔ پولُس رسُول اکثر اپنی مثالیں اپنے گرد و پیش کے ماحول سے لیا کرتا تھا۔ خاص طور پر وہ فوجی منظر کشی کو اِستعمال کرتا اور اُسے یسوع کی فتوحات پر منطبق کرتا تھا، مثلاً قیدیوں کو اپنے ساتھ لے جانا، اپنے دُشمنوں پر فتح پانا اور اِس طرح کی دِیگر مثالیں۔ قدیم دُنیا میں جب رومی لشکر فتوحات کے لئے نکلتے تھے تو اکثر کئی کئی سال تک واپس نہیں لوٹتے تھے۔

جب کوئی جنگی مہم اپنے اَنجام کو پہنچتی تو سپہ سالار اپنے لشکروں کو واپس روم کے نواح میں لے آتا۔ وہاں وہ اُن سرداروں، بادشاہوں، شہزادوں اور جنگجوؤں کو جلوس کی صورت میں پیش کرتے جنہیں اُنہوں نے مفتوح کیا ہوتا تھا، اور اُن تمام خزانوں کو بھی ساتھ لاتے جو جنگ میں حاصل ہوئے ہوتے تھے۔ جب تمام تیاریاں مکمل ہو جاتیں تو روم کے تمام شہریوں کو، جو شہر کی مجموعی آبادی کا صرف ایک چوتھائی حصہ تھے، رومی لشکروں کی فتح کی تقریب میں شریک ہونے کے لئے بُلایا جاتا تھا۔ ایسا نہیں تھا

کہ لوگ شہر کے اندر بیٹھے فاتح سپاہیوں کے آنے کا اِنتظار کرتے رہتے، بلکہ جب سب کچھ تیار ہو جاتا تو شہر سے باہر موجود نقارچی اپنے نرسنگے اور سینگ بجاتے تاکہ فتح کے جلوس کے آغاز کا اِعلان کریں اور روم کے شہری لشکر کے اِستقبال کے لئے شہر سے باہر نکل آتے اور اُس سے جا ملتے۔ یہ لشکر اُنہی لوگوں کی نمائندگی کرتا تھا، اِس لئے رومی فوج کی فتح درحقیقت رومی عوام کی فتح سمجھی جاتی تھی۔

بالکل اِسی طرح جب پولُس رسُول جلال کے بادلوں پر یسوع کی آمد کا ذِکر کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہم ہوا میں خداوند سے ملنے کے لئے اُٹھائے جائیں گے تاکہ اُس کی فتح کے جلوس میں شامل ہو جائیں۔ ہمیں دُنیا سے الگ نہیں کیا جائے گا، بلکہ ہم اُس کے فاتحانہ جلوس کا حصہ بن جائیں گے۔ یہ بھی اُن طریقوں میں سے ایک ہے جن کے ذریعے ہماری حقانیت ظاہر کی جاتی ہے، جب یسوع دُنیا کی عدالت کرنے کے لئے ظاہر ہو گا تو ہم اُس کے ساتھ ہوں گے۔

یسوع کی دُوسری آمد کے بارے میں نئے عہد نامے کی تعلیم کا بنیادی زور مستعدی اور بیدار رہنے پر ہے۔ نیا عہد نامہ کہتا ہے: "جاگتے رہو"۔ تیار رہو۔ اِس بارے میں خوف زدہ یا وہم کا شکار نہ ہو جائیں، بلکہ ایسی زندگی گزاریں کہ خواہ وہ جلد آئے یا اُس کی آمد میں دیر ہو، وہ آپ کو بالکل غیر مستعد نہ پائے۔ بیدار رہنا ہی کلیسیا کی بلاہٹ ہے۔ ہمیں یسوع کی دُوسری آمد کے لئے تیار رہنا ہے۔ یہی ہر مسیحی، ہر مسیحی جماعت، ہر جگہ اور ہر زمانے کی ذِمے داری ہے کہ اپنے بادشاہ کی آمد کے لئے تیار رہے۔

خدا کے اُس وعدے کی ظاہری تاخیر سے مایوس ہونے سے پہلے، جو یسوع کی دُوسری آمد سے متعلق ہے، ذرا اِس بات پر غور کریں۔ اگر یسوع دس سال پہلے آ گیا ہوتا تو آپ کا کیا بنتا؟ اگر وہ بیس سال پہلے آ گیا ہوتا تو آپ کا کیا بنتا؟ ممکن ہے کہ آپ بادشاہی میں شامل نہ ہوتے۔ اِس بات پر خدا کا شکر ادا کیجئے کہ اُس نے آپ کے لئے اِنتظار کیا۔ اگر آپ اِس بات سے پریشان ہیں کہ اُس کی آمد میں اِتنی دیر کیوں ہو رہی ہے، تو اپنے اُن عزیزوں کے بارے میں سوچئے جو ابھی تک خوش خبری تک نہیں پہنچے، اور خدا کا شکر ادا کیجئے کہ وہ اپنے لوگوں میں سے آخری شخص کے بھی شامل ہو جانے تک اِنتظار کر رہا ہے۔ اِس دوران بیدار رہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کب آئے گا، لیکن ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ وہ آئے گا، کیوں کہ اُس نے خود اِس کا وعدہ کیا ہے۔

مصنف کے بارے میں

ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول لیگنئیر منسٹریز کے بانی، سینٹ اینڈریوز چیپل میں منادی اور تعلیم کے پہلے خادِم، Reformation Bible College کے پہلے صدر، ٹیبل ٹاک کے اِنتظامی مدیر اور Reformation Study Bible کے عمومی مدیر تھے۔ اُن کا ریڈیو پروگرام "Renewing Your Mind" آج بھی دُنیا بھر کے سینکڑوں ریڈیو اسٹیشنوں پر روزانہ نشر کیا جاتا ہے، اور آن لائن بھی سُنا جا سکتا ہے۔ وہ ایک سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف تھے، جن میں ''خُدا کی پاکیزگی ''اور ''خُدا کے برگزیدہ ''، اور ''علمِ الٰہی سب کے لئے ''شامل ہیں۔ وہ کلامِ مُقدّس کی لاخطایت کے مدلل دِفاع اور خدا کے لوگوں کی جانب سے اُس کے کلام پر یقین اور اِستقامت کے ساتھ قائم رہنے کی ضرورت کے سبب دُنیا بھر میں پہچانے جاتے تھے۔

کیا نئے عہد نامے میں ہمارے لئے کوئی پیغام موجود ہے؟

متی کی اِبتدائی آیات سے لے کر مکاشفہ کی آخری سطر تک، نیا عہد نامہ بہت سے موضوعات کا اِحاطہ کرتا ہے۔ اِن ستائیس کتابوں میں سے ہر ایک کتاب ہمیں یسوع اور اُس کے وسیلے سے ملنے والی نجات کے بارے میں تعلیم دیتی ہے، لیکن اِن کی تفصیلات میں اُلجھ جانا بالکل آسان بات ہے۔ آخر وہ کون سے بنیادی تصوُّرات ہیں جو نئے عہد نامے کے پیغام کو سمجھنے میں ہماری راہ نُمائی کرتے ہیں؟

اِس کتابچے میں ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول نئے عہد نامے کے بنیادی موضوعات کا جائزہ لیتے ہوئے ہماری راہ نُمائی کرتے ہیں کہ اُس کے پیغام کو کس طرح سمجھا جائے۔ مسیح پر اِیمان کے ساتھ چلنے، اُس کی بادشاہی کے تابع زندگی گزارنے اور اُس کی موعودہ آمد کی اُمید رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم کتابِ مُقدّس کے بنیادی پیغام سے واقف ہوں۔ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول کی ''اہم سوالات'' کا سلسلہ اُن سوالات کے مختصر اور جامع جوابات پیش کرتی ہے جو اکثر مسیحیوں اور سنجیدہ جستجو رکھنے والوں کی جانب سے پوچھے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر آر۔ سی۔ سپرول، لیگنئیر منسٹریز کے بانی، فلورِیڈا کے شہر سانفورڈ میں واقع سینٹ اینڈریوز چیپل میں منادی اور تعلیم کے پہلے خادِم، اور Reformation Bible College کے پہلے صدر تھے۔ وہ ایک سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف تھے، جن میں ''خُدا کی پاکیزگی'' بھی شامل ہے۔

لیگنئیر لائبریری

UCRT
URDU CENTER FOR REFORMED THEOLOGY
اُردو سنٹر فار ریفارمڈ تھیولوجی